مقدمہ سعادت الدارین فی الصلوٰۃ علی سید الکونین

صلی اللہ علیہ وسلم

مسائلِ صلوٰۃ وسلام

الامام المحقق

حضرت علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ العزیز

تنظیم الھجویر پاکستان

مترجمہ سعادۃ الدارین فی الصلوٰۃ علیٰ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

مسائلِ صلوٰۃ وسلام

الامام المحقق
حضرت علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ العزیز

ترجمہ از
شیخ الحدیث حضرت مفتی عبدالقیوم خان صاحب دامت برکاتہم

ناشر
تنظیم الھجویر پاکستان

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۹

عید میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر خصوصی اشاعت

نام کتاب	مسائل صلوٰۃ وسلام
مصنف	امام المحقق علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	شیخ الحدیث مفتی عبدالقیوم خاں صاحب
بار	اوّل
تعداد	پانچ صد
صفحات	۸۸
سن اشاعت	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ھ بطابق اگست ۱۹۹۶ء
ناشر	تنظیم الہجویریہ پاکستان
برائے ایصالِ ثواب	حاجی اللہ دین صاحب
	بانی جامعہ مسجد حنفیہ المشہور مسجد قبلہ صوفی اللہ دتہ صاحب
	وسن پورہ لاہور

بیرون جات کے حضرات ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر طلب فرمائیں

مرکزی دفتر

تنظیم الہجویر پاکستان

ایچ ۱۳۶۷، اکبری منڈی لاہور (پاکستان) فون ۷۶۳۲۱۲۴ / ۷۲۴۲۱۵۸

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم بغیر ابتدائنا

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات رحمت عالم شفیع معظم نبی محتشم احمد مجتبےٰ جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر ایمان لانے اور آپ کی تعظیم و توقیر کرنے کا حکم ہے۔ جس شخص نے اس فریضے کو پورے طور پر ادا کیا۔ بارگاہ ربّ العزت میں محبوب و محترم ٹھہرا اور مخلوقِ خدا بھی اس کے دامِ محبت میں گرفتار ہو گئی۔

آقا نامدار مدنی تاجدار حبیبِ کردگار کی تعریف و توصیف ایسا وظیفہ ہے جو خالقِ کائنات جل وعلا کو نہایت ہی محبوب ہے اور اپنے بندوں کو بھی اس کا حکم فرمایا۔ اور خود بھی اپنے محبوب کی تعریف فرماتا ہے۔

ان اللہ وملائکۃ یصلون علی النبی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما — بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس غیب بتانے والے (نبی) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر صلاۃ اور سلام خوب بھیجو۔

حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صلاۃ۔ فرشتوں کے سامنے اپنے محبوب علیہ السلام کی تعریف کرنا ہے۔ تعریف ہمیشہ خوبی کی ہوتی ہے عیب کی تعریف نہیں جس ذات مبارکہ کی خوبیوں کو خود ربّ ذوالجلال بیان فرماتے کہ جو نہ تھکے نہ اونگھے نہ سوئے۔ اسکی عظمتوں اور رفعتوں کے کیا کہنے —— خداوندِ قدوس کی ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ہماری جان ہے اُسے وہ آدمی جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں ایک بار صلاۃ و سلام کے پھول نچھاور کرے اتنا پسند ہے کہ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ تو اندازہ کریں کہ اپنے محبوب کریم پر اس کی رحمتوں کی کیا حد ہو گی۔

اہلِ ایمان کو بارگاہ رسالت میں صلاۃ و سلام عرض کرنے کا حکم ہے اس کے احکام و فضائل پر علمائے نعت نے نہایت ہی یادگار تصانیف چھوڑی ہیں جنہیں اہلِ محبت پڑھ کر جھوم جھوم جاتے ہیں۔ اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں صلاۃ و سلام پیش کرنے کی سعادت سمجھتے ہیں۔ صلی اللہ علی حبیبہ سیدنا محمد وآلہٖ وسلم

اسی محبت بھرے موضوع پر شیدائی مصطفےٰ، حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علیہ الرحمۃ نے لافانی کتاب بعنوان سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علی سید الکونین تحریر فرمائی جس میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ علمائے متقدین و متاخرین سے پوری طرح استفادہ کیا ـــــ حضرت علامہ نبہانی کی شخصیت اپنے علمی و تحقیقی انداز بیان کی بنا پر اہل علم میں گمنام نہیں۔ بلکہ محبت رسول کے موضوع پر قابل قدر تالیفات کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کے قلوب میں عظمت و وقار رکھتے ہیں۔ آپ کو فنا فی الرسول کے مقام پر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ آپ نے محبت رسول کے فروغ کے لیے اور گستاخان رسول کے قلع قمع کرنے میں عمر بھر صرف کردی ـــــ اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔ آمین۔

فضائل درود و سلام پر سعادۃ الدارین عربی زبان میں ایمان افروز باطل سوز کتاب ہے۔ اس کو اردو کا جامہ پہنانے کا سہرا استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبد القیوم خاں صاحب مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث دار السلام حزب الاحناف لاہور کے سر ہے۔ آپ کی تحریر و تقریر میں سادگی و دلنشینی کا عنصر غالب ہے۔ اور **سعادۃ دارین** کا اردو ترجمہ آپ کے علمی وقار کا منہ بولتا ثبوت ہے مکتبہ حامدیہ لاہور نے زر کثیر صرف کر کے اس کو عمدہ کتابت و طباعت مزین کر کے شائع کیا ہے۔

اس کتاب کے مقدمہ کی علمی و تحقیقی اہمیت کے پیش نظر **تنظیم الهجویر** اسے علیحدہ کتابچے (کتابچہ زیر نظر۔ مسائل درود و سلام) کی صورت میں شائع کر کے مفت تقسیم کرنا چاہتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس کتاب کے مصنف و مترجم ناشرین و قارئین کو دارین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور بارگاہ رسالت میں بکثرت درود و سلام پیش کرنے کی توفیق بخشے۔

آمین ثم آمین۔

تودۂ عصیاں و ناکارہ محتاج کرم محمد نعیم اختر نقشبندی غفرلہٗ

خطیب جامعہ مسجد غوثیہ رضویہ عکس گنبد خضریٰ ایر مال لاہور،

مرکزی نائب مفتی جامعہ حزب الاحناف لاہور

۲۳ صفر ۱۴۱۵ھ

پندرہ مسائل

جن کا تعلق آپ پر درود شریف پڑھنے سے ہے

پہلا مسئلہ :یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد آپ پر صلوٰۃ کی ابتدا کرنی چاہیئے۔ شرح دلائل الخیرات میں بسم اللہ کے بعد مصنف کے قول "وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم اور یہ بات ذکر کرنے کے بعد کہ درود شریف خطوط سے پہلے بھی ہونا چاہیئے اور شفاء شریف کی وہ عبارت نقل کرنے کے بعد ———— لہ فرمایا کہ (درود شریف سے ابتدا کرنے سے مقصد یہ ہے کہ برکت حاصل ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے:

كُلُّ كَلَامٍ لَا يُذْكَرُ اللهُ فَيُبْدَأُ بِهِ وَبِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ فَهُوَ اَقْطَعُ مَمْحُوْقٌ مِّنْ كُلِّ بَرَكَةٍ ہر وہ کلام جس کی ابتدا اللہ کا ذکر اور مجھ پر درود پڑھ کر نہ

لہ و فی الشفاء من مواطنها یعنی الصلوة على النبی صلى الله عليه وآله وسلم التی مضى عليها عمل الامة ولم تنكرها الصلوة صلى الله عليه وسلم

(مطالع المسرات للامام محمد المهدی الفاسی علیه الرحمته صفحه 5)

کی جائے وہ ہر قسم کی برکت سے محروم ہے"۔ دوسری روایت ہے:۔

كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِذِكْرِ اللهِ ثُمَّ بِالصَّلٰوةِ عَلَيَّ فَهُوَ اَقْطَعُ اَكْتَعُ،

"ہر بامقصد کام جو اللہ کے ذکر اور پھر مجھ پر درود سے شروع نہ کیا جائے وہ ہر بھلائی سے خالی ہو جاتا ہے"۔

(۳) حضور پر بکثرت درود پڑھنے کو غنیمت سمجھتے ہوئے اور آپ کے ذکر کو اللہ کے ذکر کے ساتھ جمع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا) کی پیروی کرتے ہوئے (کیونکہ) ایک بڑی جماعت نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ (اللہ فرماتا ہے) جہاں میرا ذکر ہوگا تمہارا بھی میرے ساتھ ہوگا (اور کتاب کے شروع میں اس لئے بھی درود شریف ہونا چاہیئے تاکہ حضور کے حقوق جو امت پر واجب ہیں ان میں سے کچھ تو ادا ہوں کیونکہ اللہ تعالے اور بندوں کے درمیان آپ ہی واسطہ ہیں اور تمام نعمتیں جو بندوں کو ملتی ہیں جن میں سب سے بڑی نعمت اسلام کی طرف ہدایت ہے آپ ہی کی برکت اور آپ ہی کے ہاتھ سے ملتی ہے اور آپ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَّا يَشْكُرُ النَّاسَ

"وہ شخص اللہ کا شکر گزار نہیں بن سکتا جو لوگوں کا شکر گزار نہ بنے"۔

اصلی تقاضوں سے روگردانی کر کے رسمی طور پر بندگی بجا لانا در اصل بندگی کی نفی ہے لہٰذا یہ ارشاد تعمیل حکم کے لئے بلیغ ترین ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنا ہر کارِ خیر سے بڑھ کر نیکی ہے

ازالہ شبہ در اصل یہ نہیں ہو سکتا کہ غیر خدا کا حق پورا کر کے بندہ اللہ تعالے کا مقرب

بن جائے۔ جب ہم کہتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِی الْمحمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نازل فرما تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق پورا کرنا ہوا اور عبادات میں اصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا قرب صرف اس کا حق بجا لا کر حاصل کیا جائے انہ کہ حضور کا حق بجا لا کر، لیکن چونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا اللہ تعالےٰ ہی کے حکم سے ہے لہٰذا یہ بھی دراصل اللہ تعالےٰ ہی کا امر بجا لانا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کو فرمایا اب ان کا شرف اسی میں تھا کہ اللہ تعالےٰ کا حکم بجا لاتے اور ابلیس لعین کا توہین آمیز رویہ یہی تھا کہ اس نے اللہ سبحانہٗ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور یہاں اللہ تعالےٰ کے جس فرمان پر عمل کرنا مقصود ہے وہ ہے آیۂ کریمہ :۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

"اے ایمان والو! درود بھیجو حضور پر اور خوب خوب سلام"

شارح دلائل الخیرات کی بات ختم ہوئی۔

مَیں کہتا ہوں، شارح کی اس توضیح کی کوئی ضرورت نہیں کہ حضور علیہ السلام پر درود وسلام پڑھنے کو اس سجدے سے تشبیہ دی جائے جو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا تھا کیونکہ ان دونوں میں فرق واضح ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا بظاہر ان کی عبادت تھی لیکن حضور علیہ السلام پر درود وسلام پڑھنے میں یہ ظاہری احتمال بھی ممکن نہیں بلکہ اس میں لفظ اَللّٰھُمَّ سے اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو رہا ہے اور اس سے دعا کی جا رہی ہے اور یہ بھی ایک قسم کا ذکر ہی ہے اور اس سے اس بات کا اظہار ہو رہا ہے کہ آنحضور کو اللہ تعالےٰ کی حاجت ہے اسی لئے تو اللہ تعالےٰ سے آپ کے لئے صلوات طلب کی جا رہی ہے کہ وہ آپ پر ایسی رحمت نازل فرمائے جو آپ کے شایانِ شان ہو اور آپ سے اس قسم کا تعلق جوڑنا صورتاً بھی وہ عبادت نہیں

ہو سکتی جس کے لائق اللہ تعالے کے سوا کوئی نہیں جیسا کہ (بظاہر) سجود آدم سے یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے اور اس بات کا اظہار کرنا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے محتاج ہیں اس لئے آپ کے لئے اللہ تعالے سے صلوٰۃ وسلام نازل فرمانے کی درخواست کی جاتی ہے" صلوات وسلام کے مشروع ہونے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے تاکہ کوئی شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نہ کہہ بیٹھے جیسا کہ بعض انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور دیگر بزرگوں کے بارے میں ایسے دعوے کر دیئے گئے پس اس بات کا اظہار کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اس لئے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کی اس سے دعا کی جاتی ہے آپ کی الوہیت کے مانع ہے اور یقیناً اللہ تعالے نے آپ کو اس بات سے بچا لیا کہ کوئی شخص آپ کی ذات میں دعویٰ الوہیت کر سکے۔ آپ کے ظاہری فضائل اور روشن معجزات اتنی کثرت سے ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں جب کہ لوگوں نے دوسرے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے بارے میں الوہیت کا دعویٰ کر دیا حالانکہ حضور علیہ السلام کے اور ان کے فضائل میں کوئی مناسبت ہی نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

دوسرا مسئلہ صلوٰۃ میں لفظ سیدنا کو زائد کرنے کے بیان میں

ایک شبہ! (علامہ سخاوی) نے قول البدیع میں فرمایا، مجد الدین فیروز آبادی لغوی نے اس سلسلہ میں جو بحث کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اکثر لوگ یوں کہتے ہیں:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

سو اس میں بحث ہے، درود شریف میں یہ لفظ ظاہر ہے کہ رسول پاک سے سن کر نہیں بولا جاتا اور نہ کسی حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے، رہا درود شریف کے علاوہ تو آپ کو جس شخص نے سیدنا کہہ کر پکارا، آپ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا

جیسا کہ حدیث مشہور ہے،

اسکا ازالہ آپ کی ناراضگی تواضع کی بناء پر بھی ہو سکتی ہے یا اس لئے کہ منہ پر تعریف کرنے کو آپ نے پسند نہیں فرمایا (کہ اس سے خوشامد کی بو آتی ہے) اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں ورنہ حضور علیہ السلام کی یہ صحیح حدیث ہے:۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ (بخاری و مسلم)

"میں اولادِ آدم کا سردار ہوں"۔

اور آنجناب نے حضرت سعد بن معاذ کے لئے صحابہ کرام سے فرمایا:۔

قُوْمُوْٓا اِلٰی سَیِّدِکُمْ (بخاری)

"اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ"۔

امام نسائی نے باب "عمل الیوم و اللیلۃ" میں نقل کیا ہے کہ حضرت سہل بن حنیف نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا یا سَیِّدِیْ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا تھا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ" یہ کھلے اور روشن دلائل ہیں اس بات پر کہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ سیدنا لگانا جائز ہے منع کرنے والے کو کسی دلیل کا سہارا لینا پڑھے گا بہر حال وہ دلائل ان احتمالات کے ہوتے ہوئے منکر کو مفید نہیں۔

ایک عظیم الشان بات جو عرصے سے میرے ذہن میں محفوظ ہے علامہ آلاسنوی رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ شیخ عزیزالدین بن عبد السلام نے تشہد میں محمدؐ سے پہلے لفظ سیدنا کا لانا یوں بیان فرمایا تھا کہ افضل یا تو یہ صورت ہے کہ ادب کا راستہ اختیار کر لیا جائے یا امر کی تعمیل کی جائے، پہلی صورت میں لفظ سیدنا لانا مستحب ہے دوسری میں نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یعنی اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہا کرو، پھر حافظ سخاوی نے فرمایا کہ نمازیوں کے یوں کہنے سے کہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اس حکم کی تعمیل بھی ہو گئی جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے (صَلُّوْا عَلَیْہِ) اور ایک زائد خبر بھی ہو گئی جو واقعہ کے عین مطابق ہے (کیونکہ آپ فی الواقع سیدنا ہیں) اور یہی آپ کا ادب ہے پس یہ طریقہ افضل ہے اس سے کہ لفظ سیدنا کو ترک کر دیا جائے اور یہی حقیقت واشگاف ہوتی ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی اس مرفوع و موقوف روایت سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور یہی بات صحیح ترین ہے روایت یہ ہے اَحْسِنُوا الصَّلٰوۃَ عَلٰی نَبِیِّکُمْ (اپنے نبی پر بہترین درود بھیجو) امام شمس الرملی اور امام الشہاب ابن حجر اس بات پر متفق ہیں کہ درود میں حضور علیہ السلام کا اسمِ گرامی تشہد میں آئے یا کسی اور موقع پر اس سے پہلے لفظِ سیدنا زائد کرنا مستحب ہے اور شیخ محمد الفاسی نے المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرمایا "صحیح یہ ہے کہ درود شریف ہو یا فیسے حضور علیہ السلام کا اسم گرامی آجائے اس سے پہلے لفظ سیدنا اور مولانا کا اضافہ کرنا یا کوئی اور لفظ لانا جو آپ کی عزت و توقیر و تعظیم پر دلالت کرے بالکل جائز ہے بلکہ اس کو ترجیح ہے"، ہاں! عبادات جیسے (تلاوت) اور روایات میں اسم پاک جس طرح ثابت ہے اسی طرح رہے گا (اور اس پر کمی بیشی نہ کی جائے گی) امام البرزنی نے فرمایا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کے اسمِ گرامی سے پہلے ہر ایسا لفظ لایا جا سکتا ہے جس میں بزرگی و تعظیم و توقیر کا معنی پایا جائے یہاں تک کہ ابن العربی نے ایسے الفاظ کی تعداد سو سے بھی زائد بتائی ہے اور مفتاح الفلاح کے مصنف نے فرمایا "خبردار! جو سیدنا کا لفظ ترک کرو کیونکہ اس میں وہ اسرار و رموز ہیں جو صرف انہی لوگوں پر کھلتے ہیں جو ہمیشہ اس پر عمل پیرا ہیں اور امام سیوطی سے حدیث لَا تُسَیِّدُوْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (درود میں مجھے سید نہ کہو) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، یہ مراد نہیں، سیوطی نے فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جب درود شریف پڑھنے کا طریقہ بتا دیا تو سیدنا کا لفظ آپ نے اس لئے نہیں بولا کہ آپ کو فخر و غرور ناپسند تھا اسی لئے

آپ نے ارشاد فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ (میں اولادِ آدم کا سردار ہوں مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں) رہ گئی ہماری بات تو ہم پر تو آپ کی تعظیم و توقیر بہر حال فرض ہے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ہم کو حضور کا نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا، ارشاد ہے:۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (القرآن)

"رسولِ پاک کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح (عامیانہ انداز میں) ایک دوسرے کو بلاتے ہو"

الشیخ الخطاب نے فرمایا: جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اور جس پر میرا عمل ہے وہ یہ ہے کہ درود شریف ہو یا کوئی اور موقع، حضور کے نام کے ساتھ سیدنا کہتا ہوں فرمایا، جس چیز پر ساری امت کا عمل ہے وہ یہ ہے کہ جن جن مقامات پر (قرآن و حدیث میں) یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں ہونا چاہیے جہاں جہاں نہیں ہوا وہاں نہیں ہونا چاہیے تاکہ جہاں تک ہو سکے الفاظ میں تبدیلی نہ ہو اور ہم کمی بیشی کے ارتکاب سے بچے رہیں کہ آپ کا طریقۂ تعلیم محفوظ ہے یہی بات سیدی احمد زروق نے فرمائی ہے پھر شیخ الخطاب فرماتے ہیں اسی بنا پر دلائل الخیرات کے مصنف شاذلی نے حضور کا اسمِ گرامی لفظِ سیدنا کی زیادتی کیئے بغیر درج فرمایا ہے ہاں! جو اسمائے گرامی آپ سے منقول نہیں وہاں یہ لفظ استعمال فرمایا ہے بہر حال یہ تفصیل لکھنے میں ہے، رہی بات زبان سے بولنے کی تو بہتر یہی ہے کہ نقل سے ثابت ہو یا نہ ہو آپ کا اسمِ گرامی لفظ سیدنا سے خالی نہیں ہونا چاہیئے یہ ہے خلاصہ الھاروشی کی کتاب کنوز الاسرار اور عمر الفوتی کی کتاب الرماح کا۔

صاحبِ کنوز الاسرار نے الشیخ الخطاب کا مندرجہ بالا قول نقل کرنے کے بعد کہا کہ ہمارے شیخ العیاشی حفظہ اللہ سے درود شریف میں لفظ سیدنا زائد کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا "یہ تو عبادت ہے" میں کہتا ہوں یہی

نو واضح حقیقت ہے کیونکہ درود شریف پڑھنے والے کی نیت بھی تو آپ کی تعظیم و تکریم ہی کی ہوتی ہے جب حقیقت یہ ہے تو لفظ سیدنا کو ترک کرنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ یہ تو عین تعظیم ہے الخ۔

علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب الدر المنضود میں فرمایا ہے:۔

"حضور کے اسم گرامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے لفظ سیدنا زائد کرنے میں اختلاف ہے"

درود شریف کے متعلق مجد الدین فیروز آبادی اللغوی نے کہا کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ لفظ نہ بولا جائے اور اسی کو کافی مانا جائے جو اس سلسلہ میں وارد ہوا ہے اور الاسنوی نے کہا مجھے یاد پڑتا ہے کہ شیخ عز الدین بن عبد السلام نے اس مسئلہ کی بنا اس پر رکھی کہ افضل یہ ہے کہ امر کی تعمیل ہو یا ادب کی راہ اختیار کی جائے دوسری صورت میں لفظ سیدنا مستحب ہوگا الخ۔ اور شرح الارشاد وغیرہ میں میرا رجحان بھی اسی طرف رہا ہے کیونکہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت فرما رہے تھے تو آپ کی آمد کا علم ہونے پر پیچھے کھسک گئے لیکن آپ نے ان کو اپنی جگہ رہنے کا حکم فرمایا لیکن انہوں نے تعمیل سے معذرت کر لی پھر نماز سے فارغ ہو کر آپ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ادب کا تقاضا یہی تھا، عرض کیا حضور ابو قحافہ کے بیٹے کو یہ سزاوار نہ تھا کہ رسول اللہ کے آگے کھڑا ہوتا، پس نبی علیہ السلام نے ان کی تائید و توثیق فرمائی، اس میں دلیل ہے کہ ادب کی راہ پر چلنا اس امر کو بجالانے سے بہتر ہے جس میں جزم و تاکید معلوم نہ ہو، پھر میں نے ابن تیمیہ کا ایک فتوے دیکھا جس میں لفظ سیدنا کو ترک کرنے پر طویل گفتگو کی گئی تھی، اور بعض شوافع و احناف نے اس کا رد فرمایا تھا اور طویل مذمت کی تھی اور وہ درحقیقت اسی قابل تھا اور حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع و موقوف (دونوں طرح سے) صحیح حدیث مروی ہے:۔

حَسِّنُوا الصَّلٰوةَ عَلٰی نَبِیِّکُمْ

"اپنے نبی پر بہترین صلوٰۃ بھیجو"

اور انہوں نے اس کی پوری کیفیت بیان فرمائی ہے اور اس میں یہ لفظ بھی موجود ہے عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اور یہ حدیث دونوں صورتوں کو شامل ہے خواہ درود شریف پڑھو یا ویسے آپ کا نام لو، محقق جلال الدین المحلی نے فرمایا کہ حضور کا لفظ سید کے ساتھ ادب سے ذکر کرنا شرعاً مطلوب ہے پس صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت سعد بن معاذ کے آنے پر فرمایا تھا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ "اپنے سردار کی خاطر کھڑے ہو جاؤ" یعنی سعد بن معاذ کی خاطر، اور ان کی سیادت علم اور دین کی وجہ سے تھی اور جب درود شریف پڑھنے والا کہتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ "اے اللہ! رحمت نازل فرما ہمارے آقا محمد پر" تو اس میں ایک تو تعمیل امر الٰہی ہوئی اور ایک زائد بات کی خبر بھی ہو گئی جو فی الواقع حق ہے یعنی آپ کا ادب و احترام، پس یہ صورت لفظ سیدنا کو ترک کرنے کی بہ نسبت افضل ہے جیسا کہ حدیث سابق سے ظاہر ہے، ابن حجر کا کلام ختم ہوا۔

میں کہتا ہوں اس مسئلہ میں جن روایات سے استدلال کیا جا سکتا ہے ایک روایت وہ بھی ہے جسے ابن حجر نے اپنی کتاب کے آخر میں ذکر کیا ہے جہاں یہ بحث کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے اسم گرامی یا آپ کی کنیت سے آپ کو پکارنا حرام ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کے نبی کو ہدیہ پیش کیا جائے اور انکی عزت و تعظیم کی جائے اور ان کی سیادت کا اقرار کیا جائے اور حق یہ ہے کہ آپ کو سیدنا کہنا ہر حال میں

بہتر ہے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

تیسرا مسئلہ

ایک درود شریف کے بارے میں وارد تمام صحیح روایات کو جمع کرنے کے بیان میں

علامہ ابن حجر نے اپنی تالیف الدر المنضود میں امام نووی کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ:

"احادیثِ صحیحہ میں جتنے الفاظ درود شریف کے ضمن میں آئے ہیں سب کو جمع کر لینا چاہیئے، پس یوں کہے:۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ترجمہ: الٰہی! محمدؐ پر درود بھیج جو امی نبی ہیں اور آپ کی آل اور ازواج اور اولاد پر جیسا تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر اور برکت نازل فرما محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو کہ امی نبی ہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل پر اور آپ کی بیویوں پر اور آپ کی اولاد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر تمام جہانوں میں بیشک تو قابلِ تعریف بزرگ ہے۔

کتاب الاذکار میں حرف صلّی علی محمّدٍ کے بعد اتنا اضافہ کیا ہے عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اور فتاویٰ میں لفظ وَبَارِکْ کے بعد النبی الامّی کے الفاظ ساقط کر دیئے ہیں ان پر اعتراض کیا گیا ہے کہ بعض اور الفاظ کا اضافہ بھی ہونا چاہیئے تھا

مثلاً اَزْوَاجِہٖ کے بعد اُمَّہَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور ذُرِّیَّتِہٖ کے بعد اَھْلِ بَیْتِہٖ اور وَبَارِكْ کے تحت عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اور پہلے میں فِی الْعٰلَمِیْنَ اور بَارِكْ سے پہلے اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اور اسی طرح وَتَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ اور صَلِّ عَلَیْنَا مَعَھُمْ تشہد کے آخر میں کیونکہ ترمذی وغیرہ میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ امام الاذرعی نے بھی وہی اعتراض کیا ہے جو ابھی ابھی امام نووی سے ہم نقل کر آئے ہیں کہ تشہد میں جو جو الفاظ مختلف روایات میں آئے ہیں ان کو جمع کر لینے سے وہ شان پیدا ہو جاتی ہے جو کسی ایک حدیث پر عمل کرنے سے پیدا نہیں ہوتی ہیں اولیٰ یہ ہے کہ جامع روایات کو لے لیا جائے اور جو جو الفاظ ثابت ہوں ان کو ایک مرتبہ کہہ لیا جائے ان سے پہلے بعض حنابلہ یہی بات کہہ چکے ہیں۔ العزبن جماعۃ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ بھی پڑھنا چاہئے اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَبِیْرًا کَثِیْرًا تاکہ دونوں روایتیں جمع ہو جائیں میں نے حاشیۃ الایضاح کی بحث الوقوف میں اس کی تردید کی ہے تو اس قسم کے مباحث وہیں دیکھ لیں تاکہ امام نووی نے جس بات کا اشارہ فرمایا ہے اس کی صحت آپ پر منکشف ہو جائے۔ اور الاسنوی کا یہ اعتراض کہ اس سے تو لازم آئے گا کہ تشہد کے بارے جتنی احادیث ہیں ان کو بھی جمع کیا جائے اس کا جواب میں نے شرح العباب میں دے دیا ہے، یہیں سے فرق معلوم ہو جاتا صلوٰۃ وسلام اور قرأت میں کہ کسی امام نے یہ نہیں کہا کہ قرآن کریم کے ایک حرف میں جو مختلف الفاظ (حرکات و سکنات کے فرق کے ساتھ) آئے ہوں ان سب کی تلاوت مستحب ہے اگرچہ بعض نے پڑھنے سیکھنے کے وقت مشق کی غرض سے ان کی تلاوت جائز قرار دی ہے، (عدم جواز کی) علت یہ بیان فرمائی ہے کہ ہمیں اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اس طریق پر کریں جس کا ثبوت حضور علیہ السلام سے مل جائے، بلیں ہمارے

لئے اس میں تبدیلی کرنے کا کوئی اختیار نہیں بخلاف درود شریف کے الفاظ کے۔ کہ یہاں مقصود الفاظ نہیں بلکہ ان کے معانی ہیں، پس یہاں الفاظ کا تعین نہیں اور بہتر ... اس لئے جائز ہے کہ ہر ایسا لفظ استعمال کریں جس میں معنیٰ مطلوب زیادہ سے زیادہ پایا جائے اور مقصود و مطلوب یہاں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھ چڑھ کر تعظیم و توقیر ہے۔

جب یہ بات طے ہو گئی تو ظاہر یہی ہے کہ ایسے دو لفظ جو مترادف ہوں تو درود شریف پڑھنے والے کو اختیار ہے اس کو لے یا اس کو اور اگر مترادف نہ ہوں تو دیکھے دونوں الگ الگ معنی دے رہے ہیں تو دونوں کو لے لے اور اگر ایک لفظ دوسرے لفظ کا معنی بھی دے رہا ہے اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہے تو زیادتی والے لفظ کو اختیار کرے، یہ ساری بات اس صورت میں ہے کہ دونوں لفظ صحیح ہوں، اور اگر دو میں سے بجائے خود ایک غلط ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے اور صحیح کو ترجیح دی جائے۔

جاننا چاہئے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ درود شریف میں وہ الفاظ متعین نہیں جو احادیث میں وارد ہیں اور کچھ لوگوں کی طرف سے کہا گیا ہے کہ وہی الفاظ متعین ہیں، پہلی صورت میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کافی ہے اور یونہی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی کافی ہے کیونکہ جو دعا جملہ خبریہ کے الفاظ میں ہو اس میں زیادہ تاکید ہوتی ہے بخلاف اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کے کہ یہ بالاتفاق جائز نہیں[1] کیونکہ اس

---

[1] یہ کہنا بے دلیل ہے کیونکہ لفظاً ذکر نہ ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ متکلم کی نسبت میں بھی اس کی نسبت اللہ کی طرف نہیں، لاتعداد مقامات پر مسند الیہ مذکور نہیں ہوتا لیکن کلام صحیح ہوتا ہے کیونکہ متکلم کی نیت یا سیاقِ کلام سے یا کسی اور قرینہ سے اس کا تعین ہو جاتا ہے یہاں بھی صلاۃ کی نسبت اللہ کی طرف قرائن سے معلوم ہوتی ہے۔ مترجم

ہیں صلوٰت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں، پس یہ الفاظ ان الفاظ کے حکم میں نہیں ہو سکتے جو حدیث سے ثابت ہیں۔

اسی لیے علامہ نیشاپوری نے فرمایا صَلَّیْتُ عَلٰی مُحَمَّدٍ (ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا) کہنا کافی نہیں کیونکہ بندے کا اس مقام کو پالینا ممکن نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ وہ حضور پر رحمت نازل فرمائے، پس اس صورت میں درود بھیجنے والا درحقیقت خود خدا تعالیٰ ہوا اور بندے کو صلوٰۃ بھیجنے والا صرف مجازی طور پر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے آپ پر درود بھیجنے کی درخواست کرتا ہے۔ الدر المنضود کی عبارت ختم ہوئی۔

وہ عبارت جس کی طرف ابن حجر نے اشارہ کیا ہے وہ ان کے اس حاشیہ میں ہے جو ایضاح النووی پر انہوں نے لکھا ہے، باب المناسک میں نووی کے اس قول پر کہ منتخب دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

الٰہی! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔

اور ایک یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَبِیْرًا وَّاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

الٰہی! میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے (جرائم کر کے) اور گناہوں کی مغفرت تیرے سوا کوئی کرنے والا نہیں سو مجھے میرے لیے اپنی طرف سے مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

لفظ کثیراً میں ایک روایت کبیراً بھی ہے، مصنف (ابن حجر) نے فرمایا کہ دعا میں دونوں لفظ جمع کر لینے چاہئیں تاکہ زبانِ اقدس سے نکلا ہوا لفظ یقینی طور پر ادا ہو جائے (کہ وہ ان دو میں سے ایک ہی ہوگا) اور لفظِ ماثور پر احتیاطاً ایک لفظ کی زیادتی سے وہ لفظ ماثور و منقول ہونے سے نکل نہیں جائے گا، اس توضیح سے ابن جماعۃ کا یہ اعتراض بھی ختم ہو جائے گا کہ اس صورت میں سنت پر عمل نہیں ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں لفظ نہیں بولے اور مناسب یہی ہے کہ ایک بار ثاء کے ساتھ دعا مانگے (کثیراً) اور ایک بار باء کے ساتھ (کبیراً) کہ اس صورت میں یقینی طور پر وہ لفظ ادا ہو جائے گا جو فی الواقع حضور نے بولا تھا، ابن حجر کا قول ختم ہوا۔

اب مصنف (ابن حجر) کے قول پر جو لفظ فی الواقع حضور علیہ السلام نے بولا ہے ایک مرتبہ پڑھ لینے سے ہی ادا ہو جائے گا (کیونکہ اس میں دونوں روایتیں جمع ہو جائیں گی) بخلاف اس صورت کے جس کو ابن جماعۃ نے ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اس میں دونوں روایتوں پر عمل بھی کریں تب بھی جو لفظ فی الواقع منقول ہے وہ صرف ایک مرتبہ ہی آئے گا

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر تم یہ کہو کہ اس طویل بحث کی کوئی ضرورت نہیں اور دونوں روایتوں میں اختلاف کا یہ مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے دونوں الفاظ صادر ہوئے ہیں یہ بھی اور وہ بھی، لہٰذا جس لفظ کو ادا کیا، سنت ادا ہو گئی چاہے دوسرا نہ بھی ادا ہو، پس نہ تو دونوں الفاظ کو جمع کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس کی کہ کبھی یہ کہے اور کبھی وہ۔ میں کہتا ہوں یہ بھی کہا جا سکتا ہے لیکن ان دو حضرات نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں محض زیادہ احتیاط ہے کیونکہ اس

بات کا احتمال بھی ہے کہ ایک روایت بالمعنیٰ ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہے۔

الدر المنضود میں علامہ ابن حجر نے بعض حنابلہ کا جو نام لیا ہے اس سے مراد علامہ ابن القیم الجوزی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں کہا، دسویں فصل ان دعاؤں اور اذکار کے قاعدہ میں جو مختلف طریقوں سے مروی ہیں جیسے نماز میں ثناء اور تشہد کی قسمیں اور مختلف الفاظ سے منقول دعاؤں اور اذکار کی قسمیں جو رکوع اور سجدے میں اعتدال کے بعد پڑھی جاتی ہیں اور انہی میں سے ان الفاظ سے بحث بھی شامل ہے جو حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے سلسلہ میں مروی ہیں، اس سلسلہ میں بعض متاخرین نے ایک اور راہ اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ دعا مانگنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ ان تمام الفاظ کو جمع کر لے جو مختلف روایات میں آئے ہیں، ان کے خیال میں اس مسئلہ میں یہ بہترین قول ہے ان کی رائے میں بہتر یہ ہے کہ دعا مانگنے والا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جب یہ دعا مانگے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا تو یوں کہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ	الٰہی! میں نے اپنی جان پر بہت
ظُلْمًا کَثِیْرًا کَبِیْرًا۔	بڑا ظلم کیا ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے والا یوں کہے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ	الٰہی! محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اَزْوَاجِهٖ	اور محمد کی آل پر اور آپ کی ازواج پر اور
وَذُرِّیَّتِهٖ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا	آپ کی اولاد پر اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم
وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجَهٗ	پر رحم فرما اور محمد کی آل پر اور آپ کی ازواج
وَذُرِّیَّتَهٗ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی	پر اور آپ کی اولاد پر جیسے تو نے رحم فرمایا
اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ	ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔

اور لفظ رحمت اور برکت میں بھی یوں ہی کرے۔ اور دعائے استخارہ میں کہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَعَاجِلِ اَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ۔

الٰہی! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین روزی اور انجامِ کار اور جلد یا بدیر (دنیا و آخرت میں) بہتر ہے تو اسے کردے۔

تاکہ راوی کی وجہ سے الفاظ میں جو شک پیدا ہو گیا ہے وہ دور ہو جائے اور اس ضمن میں آپ کے اصل الفاظ ادا ہو جائیں اور مختلف الفاظ سے جو دعائیں منقول ہیں وہ جمع ہو جائیں اور کچھ دوسرے لوگوں نے ان سے سخت اختلاف کیا ہے اور کہا کہ یہ بات چند وجوہ سے ضعیف ہے۔

اولاً: اس لئے کہ یہ ایک ایسی جدید بات ہے جس کی طرف کوئی مشہور امام نہیں گیا۔

ثانیاً: اس لئے کہ جو شخص یہ بات کہتا ہے وہ لازماً یہ کہہ رہا ہے کہ نمازی ان تمام طریقوں سے نماز شروع کرے جو حدیثِ پاک سے ثابت ہیں اور تمام قسم کی تشہدات التحیات میں پڑھے اور اپنے رکوع و سجود میں وہ تمام کلمات ادا کرے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں حالانکہ یہ بات قطعاً باطل ہے کیونکہ یہ لوگوں کے عمل کے خلاف ہے اور کسی عالم نے اس کو بہتر نہیں کہا اور یہ بدعت ہے اور اگر تمام کلمات نہیں پڑھتا تو یہ اس کے اپنے قول میں تناقض ہے اور وہ ہم مرتبہ باتوں میں فرق کرتا ہے

ثالثاً: اس قائل کے نزدیک نمازی اور تلاوت کرنے والے کو نماز کے اندر اور باہر تمام قرائتیں اور الفاظ جمع کرنا مستحب ہونا چاہیئے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ عبادت و تدبر کے طور پر جو قرآن نماز کے اندر یا باہر پڑھا جائے اس میں یہ اسا رہی

قرأتوں کو ادا کرنا بہتر نہیں، ہاں! قاری کبھی کبھار دوسری قرأت میں حرف اس خیال سے پڑھ سکتا ہے کہ وہ محفوظ رہیں اور ان کے دائرۂ علم میں وہ آجائیں اور ذہن نشین ہو جائیں اور بوقتِ ضرورت حاضر کی جا سکیں پس یہ ایک مشق اور تربیت ہے کوئی کارِ ثواب نہیں کہ ہر قاری و تالیٔ قرآن کے لئے مستحب ہو، بایں ہمہ قرأتوں میں لوگوں نے بہت کچھ کلام کیا ہے جس کا یہ مقام نہیں بلکہ تلاوت کرنے والے کو اجازت ہے کہ وہ جس حرف کے ساتھ چاہے تلاوت کرے اور اگر وہ کبھی اس حرف سے پڑھنا چاہے اور کبھی اس سے تو یہ بھی جائز ہے اور اسی طرح دعا کرنے والا جب ایک مرتبہ یوں کہے ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا اور دوسری مرتبہ کَبِیْرًا تو یہ جائز ہے اور یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والا کبھی ایک حدیث سے ثابت الفاظ استعمال کرے اور کبھی دوسری سے تو جائز ہے اسی طرح حضرتِ عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور چاہے تو حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد پڑھ لے اور چاہے تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ والی تشہد پڑھ لے اور اگر چاہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی تشہد پڑھ لے اور یونہی ثنا (سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ) میں اگر چاہے تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پڑھے اور چاہے تو حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شروع کرے اور چاہے تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ثنا سے نماز شروع کرے اور چاہے تو باری باری سب سے نماز شروع کرے (کبھی اس سے کبھی اس سے) یونہی جب رکوع سے سر اٹھائے تو قومہ میں خواہ یوں کہہ لے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ خواہ یوں رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور یہ مستحب نہیں کہ سب کو جمع کرے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور دوسرے کئی آئمہ کرام نے اس حدیث سے جسے صحاح اور سنن کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اُنْزِلَ الْقُرْآنُ

عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ (قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے) یہ استدلال کیا ہے کہ تشہد وغیرہ میں وہ تمام قسمیں جائز ہیں جو حدیث سے ثابت ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان سات میں سے ہر قسم کو پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور یہ بھی فرما دیا کہ یہ کافی شافی ہے اور سب جانتے ہیں کہ ان تمام قسموں سے پڑھنے کا مطلب یہی ہے کہ علی سبیل البدل پڑھے نہ کہ سب کو بیک وقت جمع کرے، یہی صحابہ کرام کا معمول تھا۔

رابعاً: نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک وقت میں ان سارے حروف کو جمع نہیں فرمایا بلکہ کبھی آپ نے یوں فرمایا اور کبھی یوں (تاکہ تنگی نہ ہو) مثلاً تشہد، اور رکوع و سجود وغیرہ میں پڑھے جانے والے الفاظ [illegible] کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سب الفاظ جمع نہ کئے جائیں بلکہ بدل بدل کر کہے جائیں۔ اور یا راوی کو شک ہوا کہ آپ نے کون سے الفاظ فرمائے ہیں اب اگر دعا مانگنے والے کے نزدیک بعض الفاظ کو ترجیح حاصل ہے تو انہی کو اختیار کرے اور اگر ترجیح کسی کو نہیں تو اسے اختیار ہے دو میں سے جسے چاہے لے لے۔ بہرحال اس کے لئے سب کو جمع کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ ایک تیسری صورت ہے جو آنحضور کی کسی روایت سے ثابت نہیں پس ان تمام الفاظ کو بیک وقت جمع کرنے سے تو دعا کرنے والے کا اصل مقصد ہی باطل ہو جاتا ہے کیونکہ مقصد تو تھا آپ کی اتباع کرنا لیکن کر وہ رہا ہے جو آپ نے قطعاً کیا ہی نہیں۔

ایک مروی لفظ کو ترجیح دینے کی مثال حدیثِ استخارہ ہے راوی کو شک ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ یا عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ کے بجائے آپ نے وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فرمایا تھا (یہ عبارت مع ترجمہ گزر چکی ہے) اور صحیح لفظ پہلا ہے (عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ) کیونکہ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ ہی تو مضمون ہے دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ کا، پس معاش اور جلد یا بدیر

انجام کو جمع کرنا تکرار ہے بخلاف معاش اور عاقبت کے کہ ان کو جمع کرنے میں تکرار نہیں کیونکہ معاش دنیا کا مسئلہ ہے اور عاقبت موعود۔

اسی قبیل سے وہ حدیث ہے جس میں حضور نے فرمایا۔

مَنْ قَرَأَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔ (مسلم)

"جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں پڑھیں وہ فتنۂ دجّال سے بچ گیا"۔

اب اس روایت میں اختلاف ہے، کچھ نے کہا کہ سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں اور کچھ نے کہا کہ آخری دس آیتیں اور دونوں ہی صحیح مسلم کی روایتیں ہیں لیکن ترجیح اس روایت کو ہے جس میں سورۂ کہف کی اوّل دس آیتوں کا آیا ہے کیونکہ صحیح مسلم میں دجّال کے بیان میں حضرت نوّاس بن سمعان کی روایت میں ہے:

فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاقْرَءُوْا عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

"پھر جب تم اس کو دیکھو تو سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھو"۔

اس روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جس نے اول سورۂ کہف کا نام لیا ہے اس نے بات یاد رکھی ہے اور جس نے سورۂ کہف کی آخری آیتوں کی روایت کی ہے اس نے یاد نہیں رکھی۔

خامساً: مقصود تو ہوتا ہے بہتر عبارت سے معنی ادا ہو جائے پس جب کسی ایک مناسب عبارت کے ساتھ معنی ادا ہو جائے تو مقصد حاصل ہو گیا لہذا متعدد عبارتیں جمع کرنے کی ضرورت نہیں۔

سادساً: دو میں سے ایک لفظ دوسرے پر دلالت کر دیتا ہے، لہذا بدل اور مبدل دونوں کو جمع کرنا بہتر نہیں جیسا کہ باقی مقامات پر بھی ایسا ہوتا ہے واللّٰہ

تعالیٰ اعلم۔ علامہ ابن القیم کا کلام ختم ہوا۔

میں نے علامہ حافظ سیوطی علیہ الرحمہ کی کتاب الریاض الانیقہ فی اسماء خیر الخلیقہ میں لفظِ نبی کی بحث میں جو کچھ دیکھا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (مسئلہ) الاسنوی نے تمہید میں کہا، اگر تشہد میں نمازی نے کہا سلام علی النبی اور اشھد ان الرسول یا احمد تو یقیناً یہ ناکافی ہوگا کیونکہ اس میں رسالت و نبوت کا اقرار نہیں اور اگر نبی کی جگہ رسول کہہ دیا یا اس کا عکس کر دیا تو علماء کے قول کے مطابق یہ بھی کافی نہیں کیونکہ ذکر و اذکار کے الفاظ توقیفی ہوتے ہیں اس کی دلیل حدیث براء ہے جس میں سونے سے پہلے کی دعا ہے" سیوطی کا کلام ختم ہوا۔

اور حدیث وہ ہے جسے امام بخاری نے کتاب الدعوات وغیرہ میں ذکر کیا ہے،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَکَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَکَ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ وَقُلِ اللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَھْبَۃً وَّرَغْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجٰی مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مُتَّ مُتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاجْعَلْھُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ فَقُلْتُ اَسْتَذْکِرُھُنَّ وَبِرَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ قَالَ لَا وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر آنا چاہو تو مکمل وضو

کرلو پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور کہو، الٰہی! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کیا اور اپنی پشت پناہ تجھے بنایا تیرے خوف سے اور تیری طرف رغبت کرتے ہوئے تیری گرفت سے تیرے بغیر نہ کوئی جائے پناہ ہے نہ جائے نجات، میں تیری بھیجی ہوئی کتاب پر ایمان لایا اور تیرے بھیجے رسول پر۔"

اب اگر تو مر گیا تو فطرت (اسلام پر) مرا، ان کلمات کو سب سے آخر میں کہنا، میں نے عرض کیا میں اسی طرح یاد کروں گا وَ بِرَسُوْلِكَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ فرمایا، نہیں وَ نَبِیِّكَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ، شیخ الاسلام علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے النبی کی جگہ الرسول کہنے والے کا جو رد فرمایا ہے اولیٰ یہ ہے کہ اس کی یہ حکمت بیان کی جائے کہ الفاظ اذکار توقیفی ہوتے ہیں اور ان کے وہ خصائص و اسرار ہیں جن میں قیاس کا دخل نہیں پس لازم ہے کہ جو لفظ روایت میں وارد ہوا ہے اس کی حفاظت کی جائے، امام المارزی کا قولِ مختار بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو لفظ وارد ہوا ہے اسی کو رہنے دینا چاہیئے کیونکہ ثواب و جزا کا تعلق انہی حروف سے ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہی حروف کی وحی حضور کی طرف کی گئی ہو پس یہی حروف ادا کرنے متعین ہوں۔ الخ

یہ کلام بھی ابن القیم کی تائید کر رہا ہے جو کہ عز بن جماعۃ کی بات کے مطابق ہے۔

چوتھا مسئلہ

صلوٰۃ و سلام سے حضور علیہ السلام کو فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

ابن حجر نے الدر المنضود میں کہا، اس کا تمام تر فائدہ درود شریف پڑھنے والے کو ہے کیونکہ کثرتِ درود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا عقیدہ صحیح اور نیت خالص ہے اس سے محبت کا اظہار ہوتا ہے دائمی اطاعت نصیب ہوتی ہے اور اس وسیلہ جلیلہ کا احترام پیدا ہوتا ہے پس یہی آپ کی وہ محبت و توقیر ہے

جو ایمان کا سب سے بڑا شعبہ ہے کہ اسی میں حضور علیہ السلام کا شکریہ ادا ہوتا ہے جو
ہم پر واجب ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ہم پر عظیم احسانات ہیں کہ آپ نے ہم
کو جہنم سے بچایا اور دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمایا سو درود پڑھنے والا درحقیقت
اپنے لئے دعا کر رہا ہے اور اپنی ہی ذات کی تکمیل کر رہا ہے کیونکہ جب ہم آپ پر صلاۃ
(درود) بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم پر صلاۃ (رحمت) بھیجتا ہے اور اس لئے کہ ہم آپ کا ذکر
اسی لئے تو کرتے ہیں کہ خود اللہ نے آپ کا ذکر ہمارے سامنے کیا ہے لہٰذا آپ کا ذکر
ذکر کرنے والا خود خدا تعالیٰ ہے اور جس کو جس سے محبت ہو اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے
فرمایا، حاصل کلام یہ کہ حضور پر صلوٰۃ بھیجنے میں آپ کا بھی فائدہ ہے کہ آپ کے لئے حاصل
شدہ درجات کے ساتھ مزید ترقی درجات کی دعا کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و
کرم کی کوئی حد نہیں اور آپ مقامات قرب اور منازل عروج میں ہمیشہ ترقی پر رہتے ہیں جب
ایسا ہے تو لازم ہے کہ آپ کی امت کے صلوٰۃ و سلام بھیجنے سے آپ کے درجات میں
مزید ترقی ہو کہ عظمت و بزرگی کی کوئی انتہا نہیں اور درود شریف پڑھنے والے کا فائدہ وہ
ہے جس کا ذکر گزر چکا ہے اور جس نے صلاۃ و سلام کا فائدہ صرف پڑھنے والے کے ساتھ
مخصوص کیا ہے اس کا مقصد محض ترغیب پیدا کرنا ہے اور پڑھنے والے کو اس کمال
کے حاصل کرنے پر آمادہ کرنا ہے جو صرف درود شریف سے حاصل ہو سکتا ہے یہ مطلب
نہیں کہ حضور کو اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہی نہیں اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے جیسا کہ ان کے
کلام سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے تو یہ بالکل شاذ اور حقیقت سے بعید ہے اور ایسا کیونکر
ہو سکتا ہے جب کہ حدیث مشہور میں آپ کا فرمان ہے

ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَإِنَّهَا لَا تَكُوْنُ إِلَّا لِعَبْدٍ وَ
أَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ
شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

"پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو کیونکہ مقامِ وسیلہ بندے ہی کے
لئے ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں پس جس نے میرے لئے
وسیلہ مانگا، قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہو گئی"۔

(ابنِ حجر نے) فرمایا، کہا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو ان کے رب نے امت کا احسان مند
یں رکھا بلکہ اس کے عوض آپ کو حکم دیا کہ آپ امت پر صلوٰۃ بھیجیں (دعا فرمائیں) فرمانِ
ری ہے:۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ

ان کے حق میں دعا فرمائیں، بے شک آپکی دعا ان کے لئے باعثِ سکون ہے۔

اب مسالک الحنفا للقسطلانی فی کتاب الصلات والبشر میں ہے (فائدہ) ہمارا حضور کے لئے
عا کرنا اور آپ کے لئے ان چیزوں کا سوال کرنا جن کا ذکر حدیث میں ہے مثلاً وسیلہ اور
رجۂ رفیعہ وغیرہ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ آپ کے لئے واجب کر دیا ہے لیکن
ہے اس لئے ہو کہ جب آپ کا کوئی امتی آپ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور آپ کے حق میں اس
، وہ دعا قبول ہو جاتی ہے تو حضور کے ان تمام درجات و مقامات میں اضافہ اور
قی ہو جاتی ہے لہٰذا آپ پر درود بھیجنا گویا آپ کی حاجت براری کرنا ہے اور آپ کا
ادا کرنا ہے اور اس کی کثرت سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے پس اس میں
ئی بُعد و استحالہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اور عظمت میں نیک بندوں (انسانوں)
لائکہ کی دعاؤں سے اضافہ کر دے اور ان کی دعا و التجا سے آپ کا اجر دگنا کر دے
آپ کے مراتب بلند فرما دے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کی حد نہیں اور وہ کمی کو قبول
یں کرتیں، اسکو سمجھو!

"علامہ احمد بن المبارک نے کتاب الابریز کے تیسرے باب میں فرمایا،
"میں کہتا ہوں کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے درود و سلام سے نفع

ہوتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے تبسیدی عبدالعزیز بن الدباغ
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو درود شریف کا اس لئے حکم نہیں دیا کہ اس سے
حضور علیہ السلام کو فائدہ مقصود ہے بلکہ ہمیں درود شریف کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے صرف
ہم کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے جیسے کسی کے غلام ہوں پس اس نے اپنی زرعی زمین کی طرف
دیکھا کہ اس جیسی زرخیز زمین کہیں نہ تھی سو اس نے ترس کھا کر وہ زمین اپنے غلاموں
کو عطا کر دی کہ یہ تمام فصل تمہاری ہے اور اس زمین کے تم بلا شرکت غیرے مستقل مالک
ہو یہی حال ہے حضور علیہ السلام پر ہمارے درود پڑھنے کا کہ اس کا سارا اجر و ثواب ہمارے
لئے ہے بعض اوقات جب درود شریف کے اجر و ثواب کا نور چمکتا اور نور مصطفےٰ سے
مل جاتا ہے تو تم اس کو دیکھو گے جیسے کوئی شئے غیر کی طرف نہیں بلکہ اپنے اصل کی طرف
لوٹ رہی ہے کیونکہ وہ اجر و ثواب جو مسلمانوں کو ملتے ہیں قطعاً ایمان کی بدولت ملتے
ہیں جو ان کے سینوں میں محفوظ ہے اور ان میں جو نور ایمان ہے وہ نور مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کا عکس ہے پس ہم کو جتنے اجر و ثواب حاصل ہوتے ہیں آپ کی طرف سے حاصل
ہوتے ہیں۔

عجیب و غریب مثال: محسوسات میں اسکی ایک ہی مثال ہے اور وہ ہے سمندر
بارش کی مثال کہ بارش کے ذریعہ سیلاب آتے ہیں اور سمندر میں جا گرتے ہیں لیکن چونکہ بارش
بھی بادلوں اور ہواؤں کے ذریعے سمندر ہی سے آتی ہے لہذا یہی دریاؤں اور سیلابوں کا
جب سمندر میں گرتا ہے تو یوں نہیں کہا جاتا کہ اس سے سمندر میں اضافہ ہو گیا۔

میں کہتا ہوں بعض علماء نے اس بات پر کہ حضور درود شریف سے فائدہ حاصل
کرتے ہیں یوں استدلال کیا ہے کہ جیسے جنت میں خدمت گاروں سے فائدہ حاصل
کریں گے وہاں کے پھل اور دوسری نعمتوں سے فائدہ حاصل کریں گے جو برتنوں میں
رکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے اسی طرح آپ ان انوار اور اجر سے

بھی مستفید ہوتے ہیں جو درود وسلام کے لفظوں میں موجود ہوتا ہے فرق اتنا ہے کہ کھانے کی اشیاء جن برتنوں میں ہوتی ہیں وہ ہاتھوں سے اٹھائے جاتے ہیں اور درود وسلام جن برتنوں میں ہوتے ہیں وہ حروف کہلاتے ہیں اور ان کے حامل ہاتھ نہیں زبان ہوتی ہے، کہا کہ حضورؐ کی دنیاوی زندگی میں اخروی جنتی زندگی کے مقابلہ میں کوئی زیادتی نہیں پائی جاتی کہ قیاس کرنا منع ہو، پھر فرمایا کہ وہ خادم اور غلمان کہاں سے آتے ہیں وہ بھی تو آپ ہی کے نور سے بنے ہیں بلکہ جنت اور جو کچھ اس میں ہے سب حضور ہی کے نور سے ہے اس عالم کا قول اس وقت صحیح ہوتا جب وہ خدمت گار آپ کی ذات سے جدا ہوتے اور ہمارا ایمان آپ سے جُدا ہوتا حالانکہ ایسا نہیں فرمایا جس کو حضورؐ کی کیفیت معلوم ہو گئی اسے راحت ملی، فرمایا تم دیکھو گے کہ ایک شخص دلائل الخیرات پڑھتا ہے جب حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا چاہتا ہے اپنے ذہن میں آپ کا تصور بٹھا لیتا ہے اور جو چیزیں آپ کو مطلوب ہیں مثلاً وسیلہ اور بلند درجہ اور مقامِ محمود وغیرہ جن کا ذکر صلاۃ میں ہے اور اپنا تصور یوں جماتا ہے جیسے مذکورہ باتیں اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے اور دل میں یہ فرض کر لیتا ہے کہ اللہ اسے قبول فرمائے گا اور اس کے کہنے پر وہ سب کچھ اپنے نبی کو دے دیگا اب اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اس کی ذات سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے پس یہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا اور قرآن کریم زیادہ پڑھنے لگتا ہے اور صلوٰۃ وسلام میں اضافہ کر دیتا ہے اور اسے بلند آواز سے پڑھتا ہے اور بہ صورت اس کے دل کی رگیں پھولنے سے صاف نظر آتی ہے اور اس پر خشوع طاری ہو جاتا ہے اور اس پر بڑی رقت طاری ہو جاتی ہے اور اسے خیال گزرتا ہے کہ اب اس حال پر ہے جس سے اوپر کوئی حال نہیں حالانکہ ایسا سوچ کر وہ بہت بڑی خطا کا ارتکاب کر رہا ہے پس وہ اپنے اس درود سے خدا کے کسی مقام تک

نہیں پہنچ سکتا کیونکہ یہ سب اس کا اپنا خیال ہے اور اس کی فکر میں یہی تصور گھوم رہا ہے حالانکہ اس کا خیال باطل ہے اور باطل کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں اللہ تعالیٰ سے تو اس چیز کا تعلق ہوتا ہے جو خود حق ہو، یوں کہ جب آدمی آنکھ کھولے تو اسے واقعہ میں وہ چیز نظر آئے یہی چیز ایسی ہو گی اس کا تعلق حق سبحانہ کے ساتھ ہو گا اور ہر وہ چیز جو آنکھوں سے نظر نہ آئے وہ باطل ہے اور باطل کا اس کی ذاتِ پاک سے کوئی تعلق نہیں، پس حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنے والے کو اس آفتِ عظیمہ سے بچنا چاہیئے کہ اکثر لوگ اس کو سمجھتے نہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہ شیرینی اور رقت جو ان کو حاصل ہو رہی ہے اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ یہ محض شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ اس کے سبب ان کو حق سبحانہ سے ہٹا دے اور ان کے درمیان مزید دوری پیدا کر دے لہذا درود و سلام پر آمادہ کرنے والی چیز صرف آپ کی محبت و عظمت ہونی چاہیئے نہ کوئی اور تب یہ نور شعلہ بار ہو گا جیسا کہ اس کا بیان گزرا ہے اور اگر جذبہ محرکہ آدمی کا اپنا ذاتی مفاد ہو تو اس صورت میں وہ پردے میں ہو جائے گا اور اس کا اجر و ثواب کم ہو جائے گا جیسے کہ گزر چکا ہے اور یوں بھی کہ اگر صلاۃ و سلام پڑھنے کا جذبہ محرکہ حضور علیہ السلام کو فائدہ پہنچانا ہے تو پھر یہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیئے نہ ہوا اور نہ ہی اسکی بارگاہ میں پہنچا جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے اللہ ہی توفیق دینے والا ہے الخ۔ اور علامہ شیخ علی حرازم ابن العربی براداۃ المغربی الفارسی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب جواھر المعانی فی فیض سیدی ابی العباس التیجانی کے آخر میں فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب ہدیہ کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا: تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضور علیہ السلام تمام مخلوق سے بالکل بے پرواہ ہیں نہ آپ کو کسی کے صلوۃ و سلام کی ضرورت ہے نہ ہدیہ و ایصالِ ثواب کی اور وجہ اس کی ایک تو یہ ہے

کہ آپ کو اپنے رب کے سوا کسی کی احتیاج ہی نہیں دوسری یہ کہ اللہ نے آپ پر وہ بے پایاں فضل فرما دیا ہے کہ جس کی بنا پر آپ فضل و کمال کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو چکے ہیں جس تک کسی اور کی رسائی ممکن ہی نہیں، یہ سب کچھ ہوتے ہوئے آپ کسی سے مزید کچھ چاہتے ہی نہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس پر گواہ ہے:۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

"اور عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔"

اور یہ عطاءِ الٰہی اگرچہ آپ کو اتنی آسانی سے حاصل ہو گئی (مگر اسے معمولی نہ سمجھنا چاہیئے) تاہم اس کی حقیقت و غائیت کے ادنیٰ درجہ کو معلوم کرنے کے لئے عقلیں قاصر ہیں، اعلیٰ ترین درجے کا خود اندازہ کر لیں، بیشک آپ کو حق تعالیٰ اپنی ربوبیت کے شایانِ شان فضل عطا کرتا ہے اور آپ کے درجہ و مرتبہ پر اتنا فیضان کرتا ہے جتنی اس کی بارگاہ میں آپ کی شان و منزلت ہے۔

اب اس عطاء کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو مرتبہ لامحدود سے وارد ہوتی ہے اور جتنا زیادہ وہ آپ پر اللہ کا بڑا فضل و کرم اتنی اس کی عظمت۔ اب اس انعامِ الٰہی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے اور اس کی وسعت کو عقلیں کیونکر پا سکتی ہیں اسی لئے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: "وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا" اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے، اور آپ کا کم از کم مرتبہ غنا یہ ہے کہ آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک آپ کا طوقِ رسالت و غلامی گلے میں ڈال کر جو عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے لئے نیک عمل کرے گا آپ کو اس عمل کا اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کرنے والے کو اور جس قدر بڑھتا رہے بڑھے گا پس اتنا درجہ پا لینے کے بعد آپ کو کسی کے ثواب کی کوئی ضرورت نہیں، اس سے تو آپ کو وہ غنا مل گیا جس کی کوئی حد نہیں، یہ ہے آپ کا کم تر غنا پس کیا خیال ہے تمہارا اس غنیٔ اکبر اور فضلِ عظیم کے متعلق جس کا اندازہ اقطاب کی عقلوں سے

بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ دوسرے لوگ اس کو سمجھ سکیں، جب یہ بات سمجھ گئے تو اب تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کو درود پڑھنے والوں کے درود کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ درود شریف اس لئے لازم ہوا کہ اس سے آپ کو کوئی نفع حاصل ہو جائے اور آپ کو اس کی حاجت بھی نہیں کہ کوئی شخص نیک اعمال کر کے آپ کو ثواب کا ہدیہ پہنچائے اور یہ جو نیک اعمال کا ثواب آپ کو ہدیۃً بھیجا جاتا ہے جس سے وہم ہوتا ہے کہ آپ کی عظمت میں اضافہ ہو گا یا آپ کو اس سے نفع ہو گا۔

ایک اور مثال

اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص قلم سے ایک نقطہ سیاہی کا اس عظیم الشان سمندر میں ٹپک دے جس کا طول و عرض و عمق دس ہزار سال کی مسافت کا ہو اور پھر یہ خیال کرے کہ اس سے سارا سمندر سیاہی بن جائے گا اور اس میں کچھ اضافہ ہو جائے گا پس اس سمندر کو اس نقطے کی کیا ضرورت ہے اور اس میں کیا اضافہ ہو گا؟

جب تمہیں حضور علیہ السلام کا مرتبہ غار معلوم ہو گیا اور وہ مقام بھی جو آپ کے رب کے ہاں آپ کا ہے تو اب جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو آپ پر درود بھیجنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ اس سے وہ ان کو آپ کا مرتبہ بلند دکھائے جو اس کی بارگاہ میں ہے اور عظمتِ شان اور تمام مخلوق پر آپ کی شانِ برگزیدگی واضح فرمائے تاکہ ان کو یہ حقیقت جتلا دے کہ وہ کسی عمل کرنے والے کا عمل آپ کے وسیلہ کے بغیر قبول نہیں فرماتا، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا قرب اور توجہ آپ کے وسیلہ کے بغیر آپ کی جناب سے منہ موڑ کر اور حکمِ خداوندی کو پسِ پشت ڈال کر طلب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب اور انتہائی لعن و پھٹکار اور دوری کا مستحق ہوتا ہے اس کی ساری محنت رائیگاں گئی اور اس کا عمل گھاٹے کا رہا! اور اللہ کی بارگاہ میں صرف آپ ہی وسیلہ ہیں اور اس کے لئے لازم ہے کہ آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے

اور آپ کی شریعت پر عمل کیا جائے، پس آپ پر درود پڑھنے سے ایک تو آپ کی عظمت شان کا پتہ چلا کہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا رتبہ کیا ہے اور اس سے ہمیں یہ تعلیم بھی دی جاتی ہے کہ آپ کا وسیلہ تمام مقاصد و مطالب کے حصول کے لئے ضروری ہے، اور کوئی مقصد نہیں، یہ ہے کمالِ غنا جس کو بعض لوگ آپ کا نفع گمان کرتے ہیں جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔

رہا آپ کو ہدیۂ ثواب پہنچانے کا مسئلہ تو اس میں بھی ایک حکمت تو یہی سمجھ میں آتی ہے جو ہم نے اوپر صلوٰۃ وسلام کے سلسلہ میں بیان کی ہے یعنی آپ کو اس کی چنداں ضرورت نہیں (بلکہ ضرورت خود ہمیں ہے ہے ہیں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا۔

پھر ایک اور مثال سمجھئے جو آپ کو ایصالِ ثواب کے سلسلہ میں بیان کی جاتی ہے:۔ ایک عظیم الشان وسیع و عریض سلطنت کا بادشاہ ہو، اسکی سلطنت میں مال و دولت کی ریل پیل ہو، خزانے لامحدود و بے شمار ہوں، ہر خزانے کا طول و عرض آسمان سے زمین تک ہو، ایسا ہر خزانہ یاقوت، سونا چاندی، غلہ وغیرہ مالیات سے بھرا ہوا ہو۔ پھر ایک فقیر فرض کیجئے جس کے پاس اس کی ساری حکومت میں مثلاً دو روٹیوں کے سوا کچھ نہیں، پس اس نے بادشاہ کا سنا اور اس کے دل میں بادشاہ کی محبت و عظمت شدت سے جاگزیں ہوئی، پس اس نے اس بادشاہ کی تعظیم و محبت سے سرشار ہو کر ایک روٹی اس کو دے دی اور بادشاہ بڑا کرم گستر ہے، سو اس میں کوئی شک نہیں کہ بادشاہ کے سامنے جس کے مال و دولت کی کوئی حد نہیں اس ایک روٹی کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ اس کے ہاں تو اس روٹی کا ہونا نہ ہونا برابر ہے پھر بادشاہ کو اپنے وسیع کرم سے فقیر کی غربت اور اس کی اس تگ و دو کی غرض و غایت معلوم ہوئی اور اسے اس کی سچی محبت اور اس کے دل میں اپنی عظمت کا علم ہوا اور یہ بھی کہ اس نے اسے روٹی کا نذرانہ صرف اسی مقصد کے لئے پیش

کیا ہے اور اگر اس کے پاس کچھ زیادہ ہوتا تو وہ اسے بھی نذر کر دیتا اس وجہ سے بادشاہ اس فقیر سے بھی خوشی و مسرت کا اظہار کرتا ہے اور اس کے نذرانے سے بھی کہ اس کے دل میں بادشاہ کی عظمت اور سچی محبت ہے یہ خوشی کچھ اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ بادشاہ کو اس روٹی سے فائدہ ہوا ہے بہر حال اب وہ اس روٹی کے عوض اس کو اتنا کچھ دے گا کہ وہ اس کو شمار نہ کر سکے (یہ سب کچھ) اس کی سچی محبت اور تعظیم کی وجہ سے ہوا، نہ اس لیے کہ بادشاہ نے روٹی سے فائدہ حاصل کیا اسی تقدیر و مثال سے حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۂ ثواب کا مسئلہ سمجھ لیجیے رہا آپ کا اس سے مستغنی ہونا تو اس کا ذکر سمندر کی مثال سے بھی گزر چکا ہے اور سمندر سے ایک قطرہ سیاہی سے بھی اور رہا آپ کو ایصالِ ثواب کا مسئلہ تو اسکی مثال بھی بادشاہ کو روٹی بطورِ تحفہ پیش کرنے کی ہے جس کا ذکر ہوا، سیدی ابو العباس کا کلام ختم ہوا۔

ایک سوال

خاتم المحققین علامہ شیخ محمد بن سلیمان الکردی الشافعی رحمہ اللہ کے فتاوے میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا، عبارتِ سوال یہ ہے (سائل کہتا ہے) میں نے الجیلی کے رسالہ میں جس میں سالکین کے اخلاق بیان کئے گئے ہیں لکھا دیکھا کہ ان (سالکین) کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض سالک اپنے نیک اعمال کی ابتدا ہی اس نیت سے کرتے ہیں کہ ان کا ثواب کلیتہً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیتہً پیش کیا جائے گا اور ان کے دل میں یہ خیال تک نہیں آتا کہ حضور کی نذر کئے بغیر بھی ان کو کچھ حاصل ہو سکتا ہے پھر اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان پر کچھ صدقہ کر دیں تو اسی نیت سے اس کو قبول کر لیتے ہیں اور اگر آپ ان کو کچھ نہ دیں تو اس پر بھی بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں (کہ محبوب کی خدمت پر طلب معاوضہ چہ معنی) اور اس حسن خلق

ہیں جو مٹھاس ہے اسے آدمی کچھ اپنے دل میں ہی محسوس کر سکتا ہے اس کا اندازہ لگانا ناممکن ہے اور اس چیز کی اگرچہ آپ کو کوئی احتیاج و ضرورت نہیں تاہم اس میں آپ کا ادب ہے جس سے شریعت انکار نہیں کرتی الخ۔ پس کیا ہم جیسے گنہگاروں کو اس بات میں ان علمائے کرام کی پیروی کرنی جائز ہے؟ حالانکہ یہ امر مسلّم ہے کہ حج کے بغیر کسی عبادت بدنی میں نیابت (دوسرے کو اپنا قائم مقام کرنا) جائز نہیں اور علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے والا اپنی قرائت کا مثل ثواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کرے یا آپ کے نامۂ اعمال میں جمع کرائے اور نفس قرائت کا ثواب ہدیہ نہ کرے اور جب اس میں آپ کے صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اضافہ کرنا چاہے تو کیا اس میں تبعاً تعمیم کرے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں کو مثل ثواب ہدیہ کرے؛ افادہ فرمایئے؟

الجواب: جان لیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی امتی نیک کام کرے اس کے ثواب میں کمی کیئے بغیر آپ کو اس کام کا اجر ملے گا اس میں اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس کی ابتداء کے وقت آپ کو ہدیۂ ثواب پیش کرنے کی نیت کرے، علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا یہ قول نقل کیا ہے:۔

"کوئی بھی امتی نیک کام کرے، اس میں اصل حضور ہی ہیں۔"

کتاب تحقیق النصرۃ میں مصنف نے فرمایا:۔

"اہل ایمان کی تمام نیکیاں اور اعمال صالحہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں اور ان کے اجر و ثواب میں اس

قدر اضافہ کیا جاتا ہے جس کا اندازہ صرف اللہ ہی جانتا ہے کیونکہ قیامت تک جو ہدایت پاتا اور عملِ صالح کرتا رہے گا آپ کو اس کا ثواب حاصل ہوتا رہے گا اور اس کے شیخ کو بھی یونہی اجر ملتا رہے گا (جس نے اسے نیک کام پر لگایا) اور شیخ کے شیخ کو اس کا دوگنا ثواب ملے گا، شیخ ثالث کو چار گنا اور شیخ رابع کو آٹھ گنا، یوں درجہ بدرجہ ثواب بڑھتا جائے گا اسی سے پہلے بزرگوں کی پیچھے آنے والوں پر فضیلت معلوم ہو جاتی ہے، پس جب حضور علیہ السلام کے بعد دس مرتبے فرض کئے جائیں تو آپ کے اجر میں ایک ہزار چوبیس درجے اضافہ ہو گا، پھر جب دسویں آدمی کی وجہ سے گیارہویں نے ہدایت حاصل کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اجر دو ہزار اڑتالیس درجے تک پہنچ جائے گا اسی طرح جوں جوں ایک امتی بڑھتا جائے گا آپ کا پہلا اجر دوگنا ہو جائے گا یہ سلسلہ ابدالآباد تک اسی طرح چلتا رہے گا جیسا کہ بعض محققین نے فرمایا ہے" الخ

خدا اجر جزیل عطا کرے سیدی علی وفا کو جنہوں نے فرمایا ہے

فَلَا حُسْنَ إِلَّا مِنْ مَحَاسِنِ حُسْنِہٖ
وَلَا مُحْسِنَ إِلَّا لَہٗ حَسَنَاتُہٗ

"جہاں کہیں حسن پایا جاتا ہے وہ آپ ہی کے حسن کا پرتو ہے اور نیکی کرنے والا کوئی بھی ہو، آپ کو اس کی نیکیاں ملیں گی"۔ [1]

اسی سے جواب دیا جائے گا اس اشکال کا جو قاری قرآن کے آپ کے لئے ترقی

---

[1] کیا خوب فرمایا اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ نے ؎ لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

شرف کی دعا مانگنے سے پیدا ہوتا ہے حالانکہ وہ اس حقیقت سے باخبر ہے کہ آپ ہر قسم کے شرف و بزرگی میں کامل ہیں تو گویا دعا کرنے والے نے دیکھ لیا کہ اس کی قرأت کے قبول ہونے میں ضمناً اس کے استاد کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا اور یونہی اوپر جاتے جاتے یہ سلسلہ معلمِ اوّل صلے اللہ علیہ وسلم تک بڑھتا چلا جائے گا اور اجر و ثواب اسی تناسب سے بڑھتا جائے گا جس کا طویل بیان مواہب کے حوالہ سے ہم اوپر کر آئے ہیں، علامہ الشبرالملسی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا کہ :۔

"مصنف کا یہ کہنا کہ آپ کو ایک ہزار چوبیس درجہ زیادہ ثواب ملے گا شاید اس کی صورت یہ ہو کہ ہر عامل کو جو دگنا، چوگنا اجر ملتا ہے وہ اس سے نچلے درجے والے کے اجر و ثواب سے مل کر آپ کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے مثلاً آٹھویں سے پچھلے کے نامۂ اعمال میں جو ثواب لکھا جائے گا، آپ کے ثواب میں اس کا ثواب بھی لکھا جائے گا اور اس سے نیچے والے یعنی اوّل، دوم اور سوم نمبر والوں کا ثواب بھی"۔ (شبرالملسی کا کلام ختم ہوا)

اس عبارت مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے بھی حرف بحرف یہی کچھ تحریر فرمایا ہے اور علامہ ابن حجر نے اربعین نووی کی حدیث نمبر ۳۷ کی شرح میں اضعاف کثیرہ (بہت زیادہ بڑھنا) پر طویل کلام فرمایا ہے اگر تفصیل درکار ہو تو اس کی طرف رجوع کیجئے۔

علامہ ابنِ حجر نے حاشیۃ الایضاح میں اثنائے کلام میں فرمایا :۔

"اس حدیث سے بعض متاخرین نے یہ استنباط کیا ہے کہ قرأت کے بعد دعا مانگنا اس کے ثواب کو ہمارے آقا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص کر دیتا ہے اور اس سے آپ کے شرف میں اضافہ ہوتا ہے مطلب یہ کہ اس سے دعا قبول ہوتی ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اور جب امت میں سے کسی کو اطاعت پر ثوا

ملتا ہے تو اس کے معلم کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے اور یونہی اس کے معلم کے معلم کو اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور سب کا ثواب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں پہنچتا ہے اور یہی مطلب ہے آپ کے شرف میں زیادتی کا اگرچہ آپ کا شرف کامل ہو چکا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص زیادتی طلب کرتا ہے وہ مثلاً آپ کے پیروکاروں خصوصاً علماء کے درجات عالیہ و مراتب علیہ میں اضافہ مانگ رہا ہے اور اسی سے تردید ہو جاتی ہے اس بات کی جو البلقینی نے اپنے فتاوے میں لکھی ہے اور اس کے بیٹے علم الدین نے باپ کے حوالے سے کہی ہے کہ بلادلیل یوں نہیں کہنا چاہئیے کہ الٰہی جو ہم نے پڑھا ہے اس کو حضور علیہ السلام کے شرف میں زیادہ کر دے، شیخ الاسلام الہادی اور الشمس القایاتی نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا کہ ایسا کہنا بہتر ہے مگر محقق ابن الہمام اور ہمارے شیخ شیخ الاسلام زکریا نے ان سے موافقت کی ہے، میں نے ان سب کی عبارات فتاوے میں ذکر کی ہیں ان کو ضرور دیکھ لیں یہ بہت اہم ہیں، اس مسئلہ میں کافی کچھ غلط سلط باتیں ہوئی ہیں سو ان سے بچیں"۔

"حاشیہ الیضاح کی عبارت ختم ہوئی"۔

اور کتاب الوصیۃ میں التحفہ اور النہایہ کی عبارات نقل کرنے کے بعد فرمایا التاج الفزاری نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۂ ثواب ایصال کرنے سے منع کیا ہے اور علت یہ بتائی ہے کہ آپ کی بارگاہ عالیہ میں ان مخصوص چیزوں کے سوا جن کی اجازت دی گئی ہے (مثلاً صلوٰۃ وسلام) کسی اور چیز کی جرأت نہیں کی جا سکتی اسی لئے دوسروں نے اس (فزاری) کی مخالفت کی ہے اور نہایہ میں کہا کہ سبکی نے اسے اختیار کیا ہے اور میں نے اس کی پوری وضاحت فتاوے میں کر دی ہے الخ۔ اور تحفہ میں لکھا ہے :۔

" اجارہ کی بحث میں گزر چکا ہے کہ ایصالِ ثواب کو درود شریف سے کوئی

تعلق نہیں ہے" اور کتاب منہاج کے متن میں ہے کہ میت کو صدقہ اور دعا سے فائدہ ہوتا ہے خواہ وارث کی طرف سے ہو یا اجنبی کی طرف سے، تحفہ میں کہا، اس پر اجماع ہے اور صدقہ سے میت کو فائدہ ہونے کا مطلب ہے گویا اس (میت) نے (زندگی میں) خود صدقہ کیا ہے اور امام نے اس بات کو حقیقت سے دور بتایا ہے اور وجہ یہ بتائی کہ اس (زندہ) کو تو اس بات کا حکم ہی نہ تھا، پھر اسکی خود ہی یہ تاویل کی کہ صدقہ تو اسی کی طرف سے ہوگا جس نے کیا ہے ہاں! میت کو اس کی برکت ملے گی ابن عبد السلام نے اس کا یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ جو کچھ علماء نے ذکر کیا ہے یعنی یہ کہ صدقہ میت کی طرف سے سمجھا جائے گا یہاں تک کہ اس کے لئے اس کا ثواب بھی لکھا جائے گا، یہی تو سنت کا ظاہری معنی ہے۔ الخ

اسی سے معلوم ہوا کہ جو شخص کوئی عبادت کر کے یوں کہے: الٰہی! اس عبادت کا ثواب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے تو یہ صحیح ہے، ہاں! بغیر دعا آپ کو ثواب ایصال کرنے کی نیت کرتا ہے تو اس میں تفصیل ہے، اگر وہ صدقہ یا دعا ہے تو صحیح ہے ورنہ نہیں، یہی ہمارا راجح مذہب ہے، اس کے علاوہ دوسری صورتوں میں اختلاف ہے شاید الجیلی سمجھا ہو کہ ہمارے مذہب راجح میں اختلاف ہے اور میں نے اپنی کتاب فتح الفتاح بالخیر کے آخر میں علامہ ابن نجیم الحنفی کی کتاب البحر الرائق شرح کنز الدقائق کی عبارت نقل کر دی ہے اور اسی سے متعلق ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:

لَا يَصُومُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَلَا يُصَلِّي اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ.

"کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے۔"

تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ایک کے ادا کرنے سے دوسرا اس فریضہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتا جب تک ہر آدمی خود ادا نہ کرے اس کا ثواب سے کوئی واسطہ نہیں، نماز پڑھی، روزہ رکھا یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب کسی دوسرے کو بخش دیا خواہ

زندہ ہو یا میت جائز ہے اور ان کا ثواب اس کو پہنچتا ہے، یہی مذہب ہے اہل سنت وجماعت کا، یونہی یہ مسئلہ بدائع میں لکھا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شروع سے کسی اور کی نیت کرے یا پہلے اپنے لئے کار خیر کرے اور پھر اس کا ثواب کسی کو ایصال کر دے دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ علماء کا کلام مطلق ہے پھر ابن نجیم نے کہا:۔

"علماء کے کلام سے بظاہر یہی مترشح ہوتا ہے کہ یہاں فرض اور نفل میں کوئی فرق نہیں جب کسی نے فرض نماز ادا کی اور اس کا ثواب کسی اور کو ہدیہ کر دیا تو یہ صحیح ہے اس کے ذمہ وہ فرض باقی نہ رہا کیونکہ عدم ثواب سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ اس کے ذمہ سے ساقط بھی نہ ہو اور میں نے ایسا لکھا ہوا ابھی کہیں نہیں پایا۔"

ابن نجیم کا کلام ختم ہوا۔ اور میں نے اپنی کتاب مذکور (فتح الفتاح بالخیر) کے آخر میں علاوہ دوسرے اقوال کے علامہ ابن حجر کا قول بھی حاشیۃ الایضاح سے نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے حج کرنا جیسا کہ بعض لوگوں کا دستور ہے ہمارے نزدیک جائز نہیں اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہا گیا ہے کہ حج کرنے کے بعد اس کا ثواب آپ کے لئے کر دینا بہتر ہے۔ الخ لیکن اگر یہ بطور دعا نہ ہو تو علماء کی یہ تصریح اس کی تردید کرتی ہے کہ ہر نیکی کرنے والے کا ثواب اس حد تک بڑھ چڑھ کر کہ اس کا اندازہ لگانا محال ہے، حضور علیہ السلام کے حصے میں آتا ہے کیونکہ آپ کو امت کے اعمال حسنہ پر دو چند ثواب ملتا ہے (تفصیل گزر چکی ہے) جب اتنا زیادہ ثواب آپ کو حاصل ہو جاتا ہے تو اب آپ کو ثواب پہنچانے کی ضرورت نہیں، ہماری یہ بات دوسروں کی طرف سے بعض صورتوں میں قربانی کے جواز کے منافی نہیں کیونکہ وہ مالی عبادت ہے جس میں نیابت جائز ہے بخلاف حج کے

کہ یہ اصلاً عبادتِ بدنیہ ہے اور مال کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھیں تو تبعاً مالی ہوگی۔
حاشیۃ الایضاح کی عبارت ختم۔

کہا گیا ہے جو نقل کیا گیا ہے اس کا قائل ابنِ حجر کا شیخ ابوالحسن البکری ہے اور یہ قول نووی کی ایضاح کی شرحِ مختصر میں ہے، ہمارے شیخ محمد سعید سنبل کے ایک فتوے میں ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اپنے لئے کرے اور کہے: الٰہی! اس کا ثواب فلاں کے لئے کر دے تو ثواب اس تک پہنچ جاتا ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ الخ۔

میں نے اس مسئلہ پر اپنی کتاب فتح القتاح بالخیر میں طویل کلام کیا ہے پس اس کی طرف رجوع کریں اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ اعمالِ مذکورہ کے حصولِ ثواب کی دعا رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو یا کسی اور کے لئے جیسے ہماری سابقہ تحریر سے واضح ہے اور اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کسی اور کے لئے مستقل طور پر دعا مانگی جائے یا آپ کے تابع کر کے اور سائل کا یہ کہنا کہ کیا ہم جیسے لوگوں کو ان کی اقتدار کرنا جائز ہے؟ الخ جواب یہ ہے کہ ہاں! یہ جائز ہے اور ممنوع یہ ہے کہ کسی کی طرف سے عبادتِ بدنی کرے، رہا عبادت کے بعد یہ دعا مانگنا کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے تو اس کا کوئی مانع نہیں جیسا کہ بیان ہوا اور جس صورت میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے لئے عمل کرے اس صورت میں اس قائل کی بات مان لینا بھی جائز ہے، ابنِ نجیم کا حوالہ گزر چکا ہے جس میں انہوں نے اس کو مذہب اہلِ سنت وجماعت بتایا ہے، اور شرح المنہج عن شرح المسلم میں ہے کہ علماء کی بہت سی جماعتیں اس طرف گئی ہیں کہ میت کو تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، روزہ ہو، قرأت ہو یا کوئی اور الخ۔
واللہ اعلم۔ علامہ کردی کے فتاوے کی عبارت ختم ہوئی۔

اور اربعین نووی کی شرح لابن حجر کے جس طویل کلام کی طرف رجوع کرنے کا کہا تھا ہیں نے اس کی طرف رجوع کیا ہے ابن حجر نے حضور علیہ السلام کے فرمان :۔

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَاِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمِائَةٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ۔

"جس نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن عمل نہیں کیا اللہ تعالےٰ اپنے ہاں اس کی ایک کامل نیکی لکھ دے گا اور اگر نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا تو اللہ تعالےٰ اس کے عوض دس سے لے کر سات سو نیکیوں تک (حسب خلوص) دو چند بڑھائے گا"

اور دو چند بڑھنے کا مسئلہ اللہ تعالےٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

نیکیاں بڑھنے کی بہترین تمثیل

بعض نے کہا کہ اس روایت میں کثیرۃ کا لفظ اگرچہ نکرہ ہے (جس میں تعین مشکل ہے) تاہم معرفہ سے زیادہ جامع ہے، بنابریں اس کا مطلب ہوگا، ہر ممکن حد سے زیادہ تر، اس کا بیان یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی نے گندم کا ایک دانہ صدقہ کیا تو اللہ کے فضل و کرم سے یہی اس کو کافی ہے اگر دانہ لینے والے نے اس دانہ کو موسم کے مطابق بہترین زمین میں آبپاشی کر کے بو دیا، فصل تیار ہوئی، اس کو کاٹا پھر تمام حاصل شدہ دانے اسی طرح عمدگی سے زمین میں بو دیئے اور یونہی یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہا تو دیکھ لیجیے ایک دانے سے بڑھتے بڑھتے غلے کے پہاڑوں جیسے ڈھیر لگ جائیں گے اسی طرح دانہ بھر نقدی کے بارے میں بھی کیا جائے گا، فرض کیجیے، اس نے بہت نفع آور چیز خریدی اور بڑے بازار

میں جاکر بچی اور یونہی یہ تجارت قیامت تک ہوتی رہی تو وہ ذرہ بھر نقدی دنیا بھر کو سمیٹ لے گی، اسی طرح ہر نیکی کو سمجھ لیں اور اسی طرح گردش سے جو دولت بڑھتی ہے یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شخص نے فقیر کو ایک روپیہ صدقہ دیا، فقیر نے وہ روپیہ دوسرے فقیر پر صدقہ کر دیا، اس نے تیسرے پر اور اس نے آگے چوتھے پر اور اسی طرح یہ سلسلہ آگے تک چلتا رہا، اب پہلے کو ایک روپیہ خرچ کرنے پر دس کا ثواب بھی ہوگا اور دوسرے کو جو دس کا ثواب ہوا وہ بھی ملے گا کیونکہ جو کوئی اچھی مثال قائم کرے اسے اس کا ثواب بھی ہوتا ہے اور اس پر آگے عمل کرنے والے کا بھی اب دوسرے کو ایک روپیہ خرچ کرنے پر دس کا ثواب ہوا ہے لہٰذا پہلے کو بھی دس روپے کا ثواب ہوگا اور ہر روپیہ خرچ کرنے پر چونکہ دس گنا ثواب ہوتا ہے لہٰذا اسے ایک سو روپے کا ثواب ہوا، پھر جب دوسرے فقیر نے ایک روپیہ خرچ کیا تو اسی قاعدے سے اس کو بھی سو روپے کا ثواب ملا جس کی رو سے پہلے کو ملا تھا، اب اسی قاعدے سے پہلے کا سو روپیہ ہزار ہو گیا، پھر جب تیسرے فقیر نے ایک روپیہ صدقہ کیا تو اس کو ایک سو کا ثواب ملا اور دوسرے فقیر کو ہزار کا اور پہلے کو دس ہزار کا، پھر جب چوتھے فقیر نے روپیہ خرچ کیا تو اس کو بھی سو روپے کا ثواب ملا، تیسرے کو ایک ہزار کا اور دوسرے فقیر کو دس ہزار روپے کا اور پہلے کو ایک لاکھ روپیہ صدقہ کرنے کا، یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا جس کا اندازہ اللہ ہی جانے۔

ایک اور تمثیل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی ایک مثال یوں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکار کی چھوٹی بڑی نیکیوں کا حساب فرمائے گا تو اس کو گراں قدر صلہ و اجر عطا فرمائے گا، مثلاً:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک اور اسی کی تعریف، وہی زندہ کرے اور وہی مارے اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

جب یہ ثنائیہ کلمے بازار کے شور و غل میں بلند کئے جائیں تو لاکھوں نیکیاں ملیں، لاکھوں گناہ نابود ہوں اور قائل کے لیے جنت میں گھر بنے جیسا کہ روایت میں وارد ہے، پس جب کسی انسان کے نامۂ اعمال میں بڑی نیکیاں ہونگی تو اللہ تعالےٰ چھوٹی بڑی سب کی گراں قدر جزا دے گا جیسا کہ اس کا فرمان ہے:۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

"اور ہم ضرور ان کو ان کے عمل کا بہترین اجر دیں گے"۔

اور یہ سب تو ہمارے علم و سمجھ کی باتیں ہیں ورنہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کا شمار کرنا تو ممکن ہی نہیں۔ الخ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ الآية

"ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کریں ایک دانے کی سی ہے جس نے سات بالیں اگائیں"۔

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، یا اللہ! میری امت کو اور زیادہ عطا فرما تو یہ آیت نازل ہوئی

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً۔

"کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر وہ اس کے لئے اسے بہت زیادہ بڑھا دے"۔

پھر آپ نے فرمایا، الٰہی! میری امت کو اور زیادہ عطا فرما تو یہ آیت نازل ہوئی:۔

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ

"عزم وہمت والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا"۔

امام احمد نے یہ روایت نقل فرمائی کہ بیشک اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو دو لاکھ نیکیوں تک بڑھا دے گا، پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا

"اگر ایک نیکی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے دو چند کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا"۔

اور فرمایا جب اللہ تعالیٰ اجراً عظیماً فرماتا ہے تو اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

اور ابن ابی حاتم نے یہ روایت نقل کی ہے:۔

مَنْ أَرْسَلَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى وَأَقَامَ فِي بَيْتِهِ فَلَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ دِرْهَمٍ۔

"جس نے راہ خدا میں خرچ بھیجا اور اپنے گھر میں ٹھہرا رہا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ہوں گے"۔

وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى فَلَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ۔

"اور جس نے راہ خدا میں اپنی جان سے جہاد کیا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات ہزار درہم ہوں گے"۔

اور ابوداؤد نے یہ روایت بیان کی ہے:۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ يُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ سَبْعَمِائَةِ ضِعْفٍ۔

"بے شک نماز اور سلام اور روزے اور ذکر دو چند کیے جاتے ہیں راہِ خدا میں خرچ کرنے پر سات سو گنا"۔

اور ترمذی میں ہے:۔

مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ۔

"جو آدمی بازار میں داخل ہو اور کہے: کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اسی کے ہاتھ میں بہتری اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

كَتَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ۔

"اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکی لکھ دیتا ہے اور اتنے ہی گناہ مٹا ڈالتا ہے اور اسی قدر درجے بڑھا دیتا ہے

اس روایت کی سند میں کمزوری ہے اور ایک حدیث ضعیف میں یہ بھی آیا ہے کہ جس نے کہا: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَعِشْرِيْنَ اَلْفِ حَسَنَةٍ" اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ نیکی لکھ دیتا ہے اور بیس ہزار نیکی۔" ابن حجر کی شرح اربعین کی عبارت ختم ہوئی"۔

میں کہتا ہوں ترمذی کی حدیث جس کا ذکر ہوا ہے ابن عمر سے مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ بِصَوْتٍ مُّرْتَفِعٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ الخ

جو بازار میں داخل ہو کر بلند آواز سے کہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، شاید کاتب سے "بصوت مرتفع" کے لفظ چھوٹ گئے ہیں یا یہ کوئی دوسری روایت ہو گی۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ عامل کے لئے نیکیوں کا طریق مذکور پر دوچند بڑھنا ہر سطح کے عاملوں کے لئے ہے اور ہر درجے میں یہ ترقی ہوتی ہے، اسی تفصیل سے جس کا ذکر کر دیا گیا ہے پس حضور علیہ السلام تک یہ سلسلہ اسی وقت پہنچے گا جب اس کا ثواب عقلی اعداد و شمار کی حدود سے تجاوز کر چکا ہو گا اور یہ حال تو آپ کے ایک عام امتی کی ایک نیکی کا ہے اور عوام کی حالت یہ ہے کہ ان کے ایمان و عمل میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوتی جو نگاہ خداوندی میں کوئی وقعت رکھتی ہو اور جس میں بلند مرتبہ پانے کی صلاحیت ہو اور دوچند ہونے کا استحقاق رکھتی ہو اب تمہارا کیا خیال ہے ان اکابر امت اور خواص ملت کے بارے میں جن کی نیکیاں اللہ کے حضور خصوصی مقام حاصل کر چکی ہیں؟ اور کیا خیال ہے آپ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیکیوں کے بارے میں ہمیں بے شک عقل اس سلسلہ میں جب بھی کسی بلند درجے کا تصور کرے گی اجر و ثواب کے اس درجے کے کروڑویں حصے کو بھی ہرگز نہیں پہنچ سکتی جو اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

چوتھا مسئلہ

حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنے سے دوچند ثواب ملنے کا سبب

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم کے ایک طویل مقالہ کی شرح میں

شارح نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام پر پڑھا جانے والا درود اس لئے بڑھتا ہے کہ درود شریف بجائے خود ایک نیکی نہیں بلکہ کئی نیکیوں کا مجموعہ ہے کیونکہ:۔

۱۔ ان سے پہلے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی تجدید ہوتی ہے۔

۲۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر۔

۳۔ پھر آپ کی تعظیم کی تجدید ہوئی۔

۴۔ پھر آپ کے لئے عزت و عظمت طلب کرنے سے تجدیدِ عنایت ہوتی ہے۔

۵۔ پھر یومِ قیامت پر ایمان کی تجدید اور کئی قسم کی کرامات۔

۶۔ پھر اللہ کے ذکر کی تجدید ہوتی ہے اور نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

۷۔ پھر آپ کی آل کے ذکر کی تجدید ہوتی ہے کیونکہ آل کی نسبت بھی آپ ہی کی طرف ہے۔

۸۔ ان سے اظہارِ محبت کی تجدید ہوتی ہے جب کہ خود حضور علیہ السلام نے بجز اس کے کسی چیز کا اپنی امت سے سوال نہیں کیا کہ آپ کے اہلِ قرابت سے محبت کی جائے۔ (اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی)

۹۔ پھر اس میں دورانِ دعا عاجزی کرنا اور گڑگڑانا ہے اور دعا عبادت کا مغز ہے۔

۱۰۔ پھر اس میں تجدیدِ اعتراف ہے کہ تمام اختیار اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم باایں ہمہ جلالتِ قدر و مرتبہ رحمتِ خداوندی کے محتاج ہیں۔

پس یہ دس نیکیاں ان کے ماسوا ہیں جن کا شریعت نے ذکر کیا ہے مثلاً یہ کہ ایک نیکی دس کے برابر ہے اور برائی ایک کی ایک ہی رہے گی وغیرہ الخ

میں کہتا ہوں شارح نے جو چھٹا فائدہ تحریر فرمایا ہے کہ درود شریف سے

ذکرِ خدا کی تجدید ہوتی ہے اسے یوں کہنا چاہیے کہ حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا ذکرِ خداوندی کی افضل ترین قسموں میں سے ہے وجہ گزر چکی ہے، سیدی احمد بن عطاء اللہ الاسکندری نے اپنی کتاب مِفتاح الفلاح فِی ذکر اللہ الکریم الفتاح کے شروع میں فرمایا، ذکر کی ایک قسم وہ بھی ہے جس میں دعائیہ الفاظ ہوں مثلاً:۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا الآیۃ

"الٰہی! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو اس پر گرفت نہ فرمانا"

اور یونہی:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

"الٰہی! ہمارے آقا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج"

پس ذکر کی یہ قسم قلب مبتدی میں اس ذکر سے زیادہ اثر کرتی ہے جس کے ضمن میں دعا و مناجات نہ ہو کیونکہ مناجات کرنے والا اپنے دل کو اس ذات کے قریب سمجھتا ہے جس سے وہ مناجات کر رہا ہے اور یہی چیز اس کے دل میں اثر پیدا کرتی اور خوفِ خدا پیدا کرتی ہے۔ الخ اور سیدی عارف باللہ سید مصطفےٰ البکری نے اپنی کتاب: المنهل العذب السائغ لوارده فِی ذکر صلوات الطریق والوارده میں یہی عبارت اس بات پر بطورِ استشہاد پیش فرمائی ہے کہ جو ذکر مناجات کو متضمن ہو زیادہ مفید ہے۔

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ الدر المنضود میں فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالےٰ کی اپنے نبی علیہ السلام پر یہ بھی کرم نوازی ہے کہ آپ سے اس نے یوں محبت فرمائی کہ مثلاً اس نے آپ کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ شہادتین میں کیا، آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت، آپ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا، یونہی

آپ پر درود و سلام کے ثواب کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا تو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ

"تم مجھے یاد کرو، مَیں تمہیں یاد کرونگا۔"

اور فرمایا:

اِذَا ذَكَرَنِیْ عَبْدِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِذَا ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُ۔

"جب میرا بندہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے، میں بھی اس کا ذکر اپنی خلوتِ خاص میں کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر عام لوگوں کے مجمع میں کرتا ہے تو مَیں اس کا ذکر اس سے بہتر مجلس میں کرتا ہوں"۔

جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے، یونہی حق سبحانہ نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کیا، بایں طور کہ بندے کا آپ پر درود پڑھنا قبول فرمایا اور قبولیت بھی کیسی کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلوٰۃ نازل فرماتا ہے، یونہی جب کوئی آپ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہے اور اسی سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ جب ہر نیکی کا اجر دس گنا دیا جاتا ہے جیسا کہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے پھر آپ پر درود پڑھنے میں کیا خصوصی اضافہ ہوا؟ اس کی توضیح یہ ہے کہ اس میں خصوصی اضافہ ہوتا ہے اور وہ یوں کہ اس نیکی کی جزا میں اس کے جنت میں دس درجے بلند ہوتے ہیں اور یہ وہ جے اللہ تعالےٰ کی اس صلوٰۃ کے عوض ہیں جو ایک درود کے جواب میں وہ دس مرتبہ نازل فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو ایک مرتبہ یاد کر لینا دونا دون نیکیوں سے بڑھ کر ہے، علاوہ ازیں اللہ تعالےٰ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ دس درجے بلندی، دس گناہوں کا ازالہ اور دس نیکیوں کا

نامۂ اعمال میں لکھا جانا بھی ملا دیا ہے اور یہ بھی کہ گویا اس نے دس غلام آزاد کیے ہیں پس اس عبادت کے شرف پر غور کیجیے اور اس کی دوسری نیکیوں پر دوناد ون امتیازی بزرگی ملاحظہ فرمایئے شاید یہی چیز آپ کو کثرت صلوٰۃ وسلام پر آمادہ کر دے اور آپ دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر کے کامیاب وکامران ہو جائیں۔ الخ

پانچواں مسئلہ

درود شریف کو سلام سے الگ کرنا

حدیث کعب وغیرہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ صلوٰۃ کو سلام سے الگ کرنا مکروہ نہیں، اسی طرح سلام کو صلوٰت سے علیحدہ کرنا بھی جائز ہے اس لئے کہ سلام کی تعلیم صلاۃ سے پہلے دی گئی ہے پس تشہد میں مدت تک صرف سلام پڑھا جاتا رہا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اذکار وغیرہ میں اس کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی ہے اور دلیل یہ پیش فرمائی کہ آیت میں حکم دونوں کا ساتھ ساتھ آیا ہے سخاوی نے فرمایا: میں کہتا ہوں محل نزاع اس مقام پر ہے جہاں تنہا صلوٰۃ پر اکتفا کرنا ثابت نہیں مثلاً قنوت، علاوہ ازیں، ہمارے شیخ ابن حجر نے کراہت میں سکوت فرمایا ہے اور فرمایا اس میں نظر ہے ہاں یہ مکروہ ہے کہ صرف صلوٰۃ ہی پڑھتا رہے اور سلام بالکل نہ پڑھے لیکن اگر کسی ایک وقت صلاۃ پڑھی اور دوسرے وقت میں سلام پڑھ لیا تو حکم خداوندی پر عمل ہو گیا الخ

صاحب کتاب جواہر المعانی فرماتے ہیں، میں نے اپنے شیخ سیدی عارف باللہ ابو العباس التیجانی رضی اللہ عنہ سے صرف درود شریف پڑھنے کے بارے میں سوال کیا ایسے مقام پر جہاں سلام سے ابہام پیدا ہوتا ہو تو آپ نے جواب میں فرمایا ایسی صورت غیب سے پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کسی مرتب کی ترتیب سے پیدا نہیں

ہوتی اور قواعد معلومہ سے خارج ہے اور حضور علیہ السلام سے بعض کیفیات ایسی بھی ثابت ہیں جن میں صرف درود آتا ہے سلام نہیں ہوتا اور یہ کیفیات نبویہ بطور عبادت ثابت ہیں لہٰذا قول فقہاء لائق التفات نہیں، والسلام۔ اور بعض لوگوں نے یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب "جذب القلوب الی دیار المحبوب" میں فرمایا:۔

"جس صیغہ میں سلام نہ آیا ہو اس میں اپنی طرف سے ملا لینا چاہئے کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک اس آیۂ کریمہ (اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ الخ) کی رو سے بظاہر درود شریف کو سلام سے الگ کرنا مکروہ ہے اگرچہ بعض نے اس میں کچھ گفتگو کی ہے لیکن اس کے خلافِ اولیٰ ہونے پر تو بہرحال سب کا اتفاق ہے"۔

ایک سوال اور اس کا جواب

رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام نے جب صحابۂ کرام کو تعلیم دی تھی تو اس میں صرف صلاۃ کا ذکر تھا، سلام نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سلام کا صحابۂ کرام کو پہلے ہی علم تھا جیسا کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس صرف سلام پڑھنا بھی مکروہ ہوگا یا کم از کم خلافِ اولیٰ تو ہوگا ہی، اکثر عجمی صرف علیہ السلام پر ہی اکتفا کرنے کے عادی ہیں حالانکہ عربی کتابوں میں ایسا بہت کم ہے اور اکثر مصنفین متقدمین ومتاخرین نے اپنی کتابوں میں صیغۂ صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام کر رکھا ہے جو بڑا مختصر، بہت خوبصورت اور مقصد کو ادا کرنے والا ہے الخ اور یہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہتر ہے کیونکہ اس میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں۔

چھٹا مسئلہ: صلی اللہ علیہ وسلم اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استعمال

عبدالرحمٰن بن مہدی "صلی اللہ علیہ وسلم" کو مستحب سمجھتا تھا اور وہ "علیہ السلا

کا لفظ نہیں بولتا تھا کیونکہ "علیہ السلام" وغیرہ سے انتقال کر جانے والوں کا سلام ہے۔

روایت کیا اس کو بشکوال وغیرہ نے "القول البدیع" اور ابو الطیب الغزی الشامی

نے اپنی کتاب ورد اھل الصفا فی الصلوٰۃ علی المصطفیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم

کے مقدمہ میں جو کہا اس کی عبارت یہ ہے:۔

فی صحیح البخاری وغیرہ عن ابی سعید الخدری

رضی اللہ عنہ قال قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا السَّلَامُ

عَلَیْکَ قَدْ عَرَفْنَاہُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ الحدیث اَلْمُرَادُ

بِقَوْلِہِمْ ھٰذَا السَّلَامُ قَدْ عَرَفْنَاہُ وَنَحْوُہٗ مِمَّا تَقَدَّمَ

ذِکْرُہٗ ھُوَ مَا عَلَّمَہُمْ فِی التَّشَہُّدِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ

رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

"صحیح بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! یہ سلام تو ہم پہچان گئے جو آپ پر پڑھا جاتا ہے،

تو اب صلوٰۃ آپ پر کیسے بھیجیں؟ صحابہ کا یہ کہنا کہ یہ سلام تو ہم پہچان گئے

اور اس سے ملتے جلتے الفاظ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، اس سے

مراد وہ سلام تھا جو آپ نے ان کو تشہد میں سکھایا تھا یعنی اَلسَّلَامُ

عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ"

یہ قول بیہقی کا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:۔

السلام کی یہی تفسیر ظاہر ہے الخ۔ اور اسی بنا پر جب کوئی شخص رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کے علاوہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہے اور یوں کہے اَللّٰھُمَّ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یا آپ کے ذکر پاک

کے وقت کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یہ بہتر ہے

اور موافق ہے اور اس پر بڑا اجر و ثواب ملے گا اگرچہ عام طور پر زبانوں پر یہی مشہور و معروف چلا آرہا ہے کہ صلوٰۃ کی طرح سلام بھی خدا تعالیٰ کے سپرد کیا جائے مثلاً آپ کے ذکر کے وقت کہا جاتا ہے "صلی اللہ علیہ وسلم" اور جیسے کہا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ سَلِّمْ ابوالطیب الغزی کی عبارت ختم ہوئی۔

ابنِ حجر نے اپنی کتاب الدر المنضود کے مقدمہ میں فرمایا۔

ابنِ عرفہ نے عبد السلام سے نقل کیا کہ اتنا کہنا کافی ہے: صلی اللہ علیہ وسلم، اور کچھ دوسرے حضرات نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اور کہا ہے کہ تسلیماً کا لفظ زیادہ کرنا ضروری ہے گویا ان صاحب نے ظاہری لفظ سلموا تسلیماً سے یہ مسئلہ نکالا ہے حالانکہ یہ استنباط صحیح نہیں جیسا کہ معمولی غور و فکر سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی الخ

پھر ابنِ حجر نے اسی کتاب کے تیسرے فصل میں فرمایا۔

نماز سے باہر صیغۂ طلب (اَللّٰھُمَّ صَلِّ) کو استعمال کرنا بجائے خبر کے افضل ہے کیونکہ تشہد کے بعد بھی یہی آیا ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محدثین نے کتب حدیث میں کیوں خبر کو استعمال کیا؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس طرح بات کریں جسے وہ سمجھ سکیں۔ کتب حدیث جب پڑھی جاتی ہیں تو ان کے سننے کے لئے عام لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے سامنے صیغۂ طلب استعمال کیا جائے تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ہمارے پڑھنے بغیر اللہ کی طرف سے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام نازل ہی نہیں ہوتا پس ایسا صیغہ لایا گیا جس سے ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ آپ کو رحمت خداوندی (ان کے طلب کرنے سے پہلے ہی) حاصل ہے تو ان الفاظ سے عوام کی غلط فہمی دور ہو جائے گی، علاوہ ازیں اس میں بھی ضمناً طلب کا

معنی پایا جاتا ہے جس کے ہم مامور ہیں۔ (صَلُّوْا) انتہیٰ، اس سے تقریباً ایک صفحہ پہلے فرمایا، جاننا چاہئے کہ ہمارے مذہب کی رو سے نماز میں حضور علیہ السلام پر درود وسلام بھیجنے کے سلسلہ میں وہی الفاظ متعین نہیں جو روایات میں وارد ہوئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ الفاظ متعین ہیں، پہلی صورت میں یہ بھی کافی ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور یہ بھی صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صحیح مذہب یہی ہے کیونکہ جو دعا خبر کے الفاظ سے کی جائے اس میں زیادہ تاکید ہوتی ہے بخلاف اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) (رسول اللہ پر درود ہو) کے، کہ یہ بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ اس میں صلوٰۃ کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف نہیں پس یہ ان الفاظ میں سے نہیں جو شرح میں وارد ہوئے ہیں اسی لئے امام نیشاپوری نے کہا ہے کہ صَلَّیْتُ عَلٰی مُحَمَّدٍ (میں نے محمد پر صلاۃ بھیجی) کافی نہیں کیونکہ بندے کا مرتبہ اس سے قاصر ہے بلکہ اسے اللہ سے سوال کرنا چاہئے کہ وہ ذات پاک آپ پر صلوٰۃ نازل فرمائے پس اس وقت حقیقتاً صلاۃ بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہوگا اور بندے کو صلوٰۃ بھیجنے والا کہنا مجاز ہوگا اور صلوٰۃ کی نسبت بندے کی طرف محض اس لئے ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا سوال کر رہا ہے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

ساتواں مسئلہ

آپ پر کم از کم کتنا زیادہ درود شریف پڑھے

متعدد حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آیا ہے:۔

اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیَّ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلَتِھَا۔

"مجھ پر کثرت سے درود بھیجو خصوصاً جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات"

ابوطالب مکی نے کہا: کم از کم کثرت کی حد تین سو مرتبہ ہے، حافظ سخاوی نے کہا، مجھے اس قول کی سند نہیں ملی، ہو سکتا ہے انہوں نے یہ قول کسی بزرگ سے لیا ہو یا تو تجربوں کی بنا پر یا ویسے ہی یا ان لوگوں کی رائے ہو جن کا خیال ہے کہ کثرت کی کم از کم حد تین سو سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ ایسا ہی ایک قول متواتر کی تعریف میں بیان کرتے ہیں کہ کم سے کم حدِ تواتر تین سو دس سے کچھ اوپر ہے اور اس سلسلہ میں سینکڑوں سے اوپر کی تعداد کو لغو اور زائد قرار دیتے ہیں، اور علم حقیقی اللہ ہی کے پاس ہے اور امام شعرانی کی کتاب کشف الغمہ سے میں نے اپنی کتاب افضل الصلوٰت میں یہ حوالہ نقل کیا ہے کہ:۔

"بعض علماء رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام کی کم از کم کثرت یہ ہے کہ سات سو مرتبہ درود شریف ہر روز آپ پر بھیجے اور ۷۰۰ مرتبہ ہر رات۔"

کچھ دوسرے حضرات نے فرمایا کہ کم از کم کثرت کی حد یہ ہے کہ ۳۵۰ مرتبہ ہر دن اور ۳۵۰ مرتبہ ہر رات آپ پر درود شریف بھیجے۔

آٹھواں مسئلہ

اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اعداد و شمار کا اس میں کوئی دخل نہیں!

عارف شعرانی رضی اللہ عنہ نے العہود الکبریٰ میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے پر صلاۃ بھیجتا ہے اس میں اعداد و شمار کا دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ

انتہا: اس میں جو تعداد آجاتی ہے وہ تو درود بھیجنے والے بندے کی وجہ سے آتی ہے کیونکہ بندہ محدود اور زمانے کے ساتھ مقید ہے اور اللہ تعالیٰ نے ابا وجود لا محدود ہونے کے، بندے کی خاطر اور اس کی طرز پر نزول فرمایا اور یہ خبر دی کہ وہ بندے پر ایک درود کے عوض دس مرتبہ درود بھیجتا ہے، اس کو سمجھیے اور ہماری بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے نبی پر درود بھیجے مثلاً یہ نہیں کہتا کہ الٰہی مَیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پہ درود بھیجتا ہوں کیونکہ بندہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رتبے سے واقف ہی نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقام کو کیسے معلوم کر سکتا ہے، پس معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی تعداد ہمارے سوال پر مبنی ہے جو ہم اللہ تعالےٰ سے کرتے ہیں پس ہمارے لئے ایک مرتبہ سوال کرنا بھی کافی ہے۔

نواں مسئلہ

حضور علیہ السلام پر آپ کی آل کا نام لئے بغیر درود شریف پڑھنا

شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی کتاب جذب القلوب میں فرمایا کہ:۔

درود شریف کے ذکر میں آپ کی آل کا ذکر عام طور پر شاید بغرض اختصار چھوڑ دیا جاتا ہے ورنہ لکھتے وقت اس کا اضافہ کرنا بہتر اور مستحب ہے جیسے کہ بعض نسخوں میں نظر آتا ہے اگرچہ ضمیر مجرور پر حرفِ جار کے اعادے کے بغیر عطف کرنا اکثر نحویوں کے نزدیک جائز نہیں الخ اور ذخیرۃ الخیر کے مصنّف نے کہا کہ صرف حضور علیہ السلام پر درود پڑھنے کی فضیلت وہ نہیں جو آپ پر اور آپ کی آل دونوں پر پڑھنے میں ہے کیونکہ آپ کی آل پر درود پڑھنا مستقل سنت ہے اور فرمانِ نبوی صحیح حدیثوں میں اس کی ترغیب میں وارد ہوا ہے اور آئمہ نے اس پر تصریح فرمائی ہے اور نبی صلے

اللہ علیہ وسلم سے جس قدر احادیث درود شریف کے متعلق ثابت ہیں ان سب میں بھی (باستثنائے چند) آپ نے آل کے لئے درود شریف کی تعلیم دی ہے اور ابن الجزری نے اپنی کتاب مفتاح الحصن میں کہا ہے کہ صرف نبی علیہ السلام پر درود شریف پڑھنے پر اکتفا کرنا میری معلومات کے مطابق کسی مرفوع حدیث میں نہیں آیا ماسوائے سنن نسائی کے کہ اس میں دعائے قنوت کے آخر میں جو درود شریف آیا ہے وہاں آل کا نام نہیں آتا باقی جہاں کہیں بھی حضور علیہ السلام پر درود شریف آیا ہے ساتھ ہی بواسطہ عطف آل کا ذکر بھی موجود ہے الخ۔ اور بلا شبہ جو شخص عبادت میں سنت کو بجالاتا ہے وہ ترک کرنے والوں سے نہیں ہو سکتا اور صحیحین میں حضرت عقبہ بن عامر کی حدیث میں ہے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ الحدیث

اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے

یَا اٰلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ — فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَهٗ
یَكْفِیْكُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّكُمْ — مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ

ترجمہ: اے رسول اللہ کے گھر والو! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرض قرار دی ہے تمہاری عظمت شان کو یہی بات کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ جو شخص آپ کی آل پر درود شریف نہیں پڑھتا وہ ایک بہت بڑی فضیلت اور عظیم الشان سنت کو ترک کر رہا ہے۔ ذخیرۃ الخیر کی عبارت ختم ہوئی۔

بہر حال درود شریف پڑھنا آپ کے اصحاب پر حدیثوں میں نہیں آیا تاہم

آلؑ پر قیاس کرتے ہوئے بالاتفاق آپ کے اصحاب پر بھی صلوٰۃ پڑھنا مستحسن سمجھا گیا ہے جیسا کہ دلائل الخیرات کے شارحین اور دوسرے علماء نے یہ بات ذکر کی ہے اور آٹھویں باب کے شروع میں صاوی علی الجلالین کے حوالہ سے یہ بات آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا بہتر طریقہ وہ ہے جس میں آپ کی آل اور اصحاب دونوں کا ذکر ہو اور علامہ سید محمود آلوسی آفندی مفتی بغداد (صاحب تفسیر روح المعانی) نے شاعر عراق عبد الباقی آفندی فاروقی کے قصیدہ کی شرح الطراز المذھب فی شرح قصیدۃ مدح الباز الاشھب کے آخر میں فرمایا :-

"بعض نے کہا ہے کہ آل کے لئے بھی صلاۃ کی دعا کرنی چاہئے کیونکہ ان پر درود بھیجنے کا استحباب نص سے ثابت ہے اور اصحاب کے لئے بھی کیونکہ یہ ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، کہا گیا ہے کہ اصحاب پر درود شریف پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ قیاس کی رو سے بھی صحابہ اس آل سے بہتر ہیں جس کو آپ کی صحبت میسر نہ ہوئی ہو اور حضور علیہ السلام کی نگاہِ کرم پڑ جانا آپ کے جسمِ انور کا جزء ہونے سے بہتر ہے کیونکہ جسم انور کا جزو ملنے سے ذات کو شرف ملتا ہے اور ہماری گفتگو وصفِ ذاتی میں نہیں بلکہ اس وصف میں ہے جس سے علوم و معارف کا تعلق ہے۔" الخ

آلوسی نے فرمایا : آپ جانتے ہیں یہ بات مطلقاً تسلیم نہیں کی جا سکتی اور میں نے الشہاب الرملی کے فتاوے میں یہ عبارت دیکھی ہے۔

ؑ اگر لفظ آل پر ہی غور کیا جائے تو یہ سوال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ قرآن کی رو سے آل وہ تمام لوگ ہوتے ہیں جو اس کے پیرو کار ہوں اور اس کے اصولوں پر کاربند ہوں لہذا قیامت تک کی ساری امت آپ کی آل ہے۔ تدبر مترجم

ایک سوال اور اس کا جواب

کیا آل کا نام لئے بغیر صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ شیخ خالد نے شرح التوضیح میں ذکر کیا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: یہ مکروہ نہیں اور اکثر لوگوں نے اس کی تصریح کی ہے اور مجھے تو شرح التوضیح میں یہ عبارت نظر نہیں آئی الخ۔

میں کہتا ہوں میں نے شیخ خالد کی کتاب شرح التصریح کی طرف رجوع کیا تو اس میں تو مجھے یہ بحث نہیں ملی بلکہ اس میں تو سلام کو چھوڑ کر تنہا درود پڑھنے کو مکروہ لکھا پایا شاید سائل کو وہم ہو گیا تھا جس کی بناء پر اس نے سوال میں یہ بات لکھ دی اور بلاشبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر آپ کی آل کا ذکر کئے بغیر درود پڑھنا بہت بڑی فضیلت کو ترک کرنا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔

دسواں مسئلہ

آپ پر درود شریف غفلت سے نہیں حضورِ قلب سے پڑھا جائے

دلائل الخیرات کی شرح میں فرمایا کہ قاضی عیاض نے الاکمال میں ایک محقق کا جس کو انہوں نے دیکھا تھا یہ قول نقل فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ:

"جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا"

اس آدمی کے حق میں ہے جو آپ پر محض ثواب کی نیت سے اخلاص کے ساتھ اور اس ذریعہ سے آپ کا حق ادا کرتا ہوا آپ کی عظمت کی بناء پر محبت سے درود

بھیجے، اس کے لئے نہیں جو اس سے کوئی اپنی غرض حاصل کرنا چاہے یا اپنی دعا قبول کروانے کی امید پر پڑھے، قاضی عیاض فرماتے ہیں مجھے اس پر اعتراض ہے الخ۔

سیدی عبد العزیز الدباغ نے کتاب الابریز کے باب سوم میں ایک سلسلہ کلام کے بعد فرمایا:۔

اسی لئے تم دیکھو گے کہ دو شخص آپ پر درود شریف پڑھتے ہیں، اس کو تو تھوڑا سا اجر ملتا ہے اور اس کو اتنا اجر ملتا ہے جس کا بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ شمار کیا جا سکتا ہے۔

عجیب نکتہ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے شخص کی زبان سے حضور علیہ السلام پر درود کا لفظ غفلت کے ساتھ نکل رہا ہے اس کا دل مشاغل اور موانع سے بھرا پڑا ہے گویا اس کی زبان سے درود شریف الفت کی عادت کی بنا پر نکل رہا ہے اسی لئے اسے کم اجر ملا اور دوسرے کی زبان سے درود شریف محبت و تعظیم کے ساتھ نکلا ہے محبت اس لئے کہ وہ اپنے دل میں نبی علیہ السلام کی جلالت و عظمت کا تصور کرتا ہے اور یہ تصور بھی کرتا ہے کہ آپ ہر موجود کا سبب ہیں اور ہر نور آپ ہی کے نور سے ہے اور یہ کہ آپ ہی رحمت اور کائنات کے لئے ہدایت ہیں اور یہ کہ پہلے پچھلوں سب کی رحمت اور مخلوق کی ہدایت آپ ہی کی طرف سے اور آپ ہی کے صدقہ سے ہے پس وہ آپ کی اس عزت و عظمت کے پیش نظر آپ پر درود شریف پڑھتا ہے نہ کہ کسی اور علت سے جس کا تعلق آدمی کے اپنے ذاتی مفاد سے ہو اور تعظیم اس لئے کہ انسان دیکھے اس عظمتِ شان کی طرف اور یہ بھی سوچے کہ یہ آپ کو کیوں کر حاصل ہوئی اور کہ ایسی خصلتوں والے کی مدح و ثنا کیسے ہوتی چاہیے۔

اور یہ کہ تمام مخلوق بھی ان میں سے ایک خصلت کے بیان کرنے سے قاصر ہے کیونکہ اوصافِ حمیدہ کے حقائق آپ کی ذاتِ پاک میں اس عروج وترقی پر ہیں کہ ان کی کیفیات کا ادراک بھی فکرِ انسانی سے ممکن نہیں چہ جائیکہ بالفعل ان کا بیان کر سکے پس جب زبانِ آدمی سے نبی علیہ السلام پر درود شریف نکلتا ہے تو اس کا اجر حضور علیہ السلام کے قدر و مرتبہ اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کے مطابق ہی مرتب ہوتا ہے کیونکہ اس درود شریف کا محرک اور اس پر آمادہ کرنے والی چیز محض آپ کی یہی قدرو منزلت ہے لہٰذا درود شریف پر جو اجر و ثواب ملتا ہے اس کا دارومدار بھی جذبہ محرکہ کے مطابق ہو گا پہلے شخص کے درود پڑھنے میں جذبہ محرکہ اس کا ذاتی مفاد ہے لہٰذا اس کو ثواب بھی اسی کے مطابق ملے گا اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں فرماتا، یہی حال اس عمل کا جو بندہ اپنے رب کے لئے بجا لاتا ہے جب اس نیک عمل میں جذبہ محرکہ رب تعالےٰ کی عظمت، جلال اور رفعتِ کبریائی ہو تو اس کا اجر بھی رب تعالیٰ کی عظمت کے مطابق ہو گا اور جب اس میں جذبہ محرکہ اور عمل پر آمادہ کرنے والی صرف بندے کی اپنی غرض ہو اور اس کی اپنی ذات کی طرف لوٹنے والا مفاد ہو تو اجر و ثواب بھی اسی کے مطابق ہو گا۔ والسلام الخ۔

عارف باللہ سید محمود الکردی الشیخانی نے اپنی کتاب "ادل الخیرات" میں فرمایا

فائدہ جان لیجئے کہ جو شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حالِ استغراق، نیند، اونگھ، غفلت یا غلبۂ حال میں اس طور پر درود شریف پڑھے کہ اسے پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا کہہ رہا ہے تو ان حالات میں بھی اس کو ثواب ملتا ہے یہ محض آپ کی تعظیم احترام اور رفعتِ شان کے پیشِ نظر ہے اس کو سمجھئے، انشاء اللہ آپ ثواب پائیں گے۔ الخ۔

اور سید عبدالوہاب شعرانی نے طبقات میں سیدی ابو المواہب الشاذلی کے حالات

ہیں ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے :۔

"میں نے سید العلمین صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالےٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اس شخص پر جو ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے، کیا یہ بشارت اس کے لئے ہے جو حضورِ قلب سے درود شریف پڑھے؟ فرمایا نہیں! یہ تو ہر اس شخص کے لئے ہے جو غفلت سے مجھ پر درود بھیجے اور اللہ اس کو پہاڑوں جتنے فرشتے عطا فرماتا ہے جو اس کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں لیکن اگر حضورِ قلب سے پڑھے تو اس کا ثواب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

گیارہواں مسئلہ

حضور پر درود شریف مطلقاً مقبول ہوتا ہے یا نہیں؟

صاحبِ لابریز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور میں نے خود آپ کو فرماتے سنا کہ علماء کا یہ فرمانا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جانے والا درود قطعاً مقبول ہوتا خواہ کسی کی طرف سے ہو، آپ نے فرمایا، بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا افضل ترین عمل ہے مگر قطعی قبولیت صرف پاک نفس اور پاک دل سے پڑھے جانے والے درود کی ہوتی ہے کیونکہ جب درود شریف کسی پاک انسان کی زبان سے نکلتا ہے تو تمام خامیوں سے پاک ہوتا ہے مثلاً غرور، ریاء اور دوسری بہت سی خامیاں لیکن نیک نفس اور پاکیزہ دل میں ایسی کوئی خامی نہیں ہوتی، یہی مطلب ہے اس فرمانِ نبوی کا جو دوسری حدیث میں آیا ہے۔

"جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا، وہ جنت میں داخل ہوا۔"

مطلب یہی ہے کہ جب اس کی ذات اور دل پاک ہو گیا کیونکہ اسی صورت میں کہنے والا یہ کلمہ خلوصِ دل سے کہے گا الخ۔

فرمایا، اس کے باوجود جب تم اس کی بادشاہی کی شان اور قہر کا غلبہ دیکھو اور یہ کہ قلب اس کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جیسے چاہے اسے پھیر دے اور خوبصورت کر دکھائے، اس کی نگاہیں، اس کے بُرے اعمال اسی طرح جس طرح اس کا قلب چاہتا ہے یہاں تک کہ اس کو یقین ہو جائے کہ یہ حالت پہلی حالت سے بہتر ہے والعیاذ باللہ! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ کی خفیہ تدبیر سے وہی شخص نڈر ہو گا جسے دنیا و آخرت کا خسارہ منظور ہو، واللہ اعلم!

فرمایا، یہ سب کچھ جو شیخ رضی اللہ عنہ نے قبولیت درود کے بارے میں فرمایا ہے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

اسی مسئلہ کے بارے میں ولی صالح، عالم راسخ سیدی محمد بن یوسف السنوسی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، سائل نے لکھا کہ میں نے بعض فقہاء کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جس حال میں بھی درود پڑھا جائے مقبول ہے تو شیخ مذکور نے اسے جواب دیا کہ یہ بات ابو اسحاق شاطبی شارح شاطبیہ نے کہی تھی، اس پر شیخ سنوسی نے یہ اشکال پیش کیا تھا کہ اگر حضور پر درود شریف پڑھنے کو قطعی مقبول قرار دے دیا جائے تو پھر درود پڑھنے والے کے حسن خاتمہ کا قطعی حکم لگایا جائے گا، حالانکہ اس کا بالاتفاق کسی کو علم نہیں، پھر آپ نے اس اشکال کے خود ہی دو جواب دیئے جو دونوں محض عقلی احتمال ہیں جن پر کوئی شرعی دلیل نہیں لہٰذا قابل قبول نہیں۔ پہلا جواب یہ دیا کہ قطعی قبول ہونے کا مطلب ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والے کے حسن خاتمہ کا فیصلہ فرما دیا تو آپ پر درود پڑھنا ایسی نیکی ہوئی جو اللہ تعالےٰ کے فضل سے بلا شک و شبہ مقبول ہے بخلاف دوسری نیکیوں کے کہ ان کی قبولیت قطعی نہیں، چاہے

بجالانے والا حالتِ ایمان میں مرا ہو، اس جواب پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ

کیا درود شریف قطعی قبول ہوتا ہے؟

درود شریف اور دیگر نیکیوں میں یہ تفریق توقیفی ہے جس کا علم شرع ہی سے معلوم ہو سکتا ہے پس تمام تر کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ اس تفریق پر شارع کی طرف سے جو نص وارد ہوئی ہے اس کی معین طور پر نشاندہی کی جائے اگر ایسی کوئی نص ہے تو ٹھیک ہے ورنہ امورِ شرع میں عقلیات کا کوئی دخل نہیں۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ قطعی قبول ہونے کا مطلب ہے کہ جب درود شریف کسی محبِ رسول کی زبان سے نکلتا ہے تو اس کی قبولیت قطعی ہے لہذا یہ شخص آخرت میں اس درود سے فائدہ حاصل کرے گا چاہے عذاب میں تخفیف کی صورت میں ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دائمی جہنمی ہونے کا فیصلہ کر رکھا ہے پھر اس کو ابولہب کے انگوٹھے (انگلی) کے سوراخ سے سیراب ہوتے اور پیر کے دن اس سے تخفیفِ عذاب پر قیاس کیا کیونکہ ابولہب نے اس لونڈی کو آزاد کیا تھا جس نے اسے ولادتِ نبوی کی بشارت دی تھی اور ابو طالب نے حضور کی محبت سے یہ فائدہ اٹھایا کہ آخرت میں اس کو سب سے ہلکا عذاب ہو گا اور ظاہر ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کا وسیلہ نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔ کہا کہ جب حضور سے طبعی محبت جو اللہ کے لئے نہ تھی سے یہ فائدہ حاصل ہوا تو پھر آقا صلے اللہ علیہ وسلم سے مومن کی محبت اور درود شریف پڑھنے کی کیسی کچھ شان ہو گی یعنی یہ قیاس اخروی ہے (دنیوی نہیں) اس پر یہ اعتراض ہے کہ کتاب وسنت کی بہت سی دلیلیں موجود ہیں اس بات پر کہ کافروں کے اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور آخرت میں ان پر اجر نہیں ملے گا اور قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اور ابو طالب وابولہب اس عمومی حکم سے بواسطہ نص نکل چکے

ہیں پس یہ قیاس سے متعلق نہیں اس لئے دوسروں کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا
کیونکہ علم اصول میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مقیس علیہ خلافِ عقل نہ ہو اور حافظ سیوطی
رحمہ اللہ نے الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ میں اس حدیث پر
کلام کرتے ہوئے کہ "مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے تو کچھ مقبول تھے
اور کچھ مردود سوائے درود کے" (کہ وہ صرف مقبول ہی تھا) فرمایا! مجھے اس کی
سند کا پتہ نہیں چلا اور کتاب "تمییز الطیب من الخبیث" کے مصنف نے
کہا کہ یہ حدیث جو زبان زد عام ہے کہ "تمام اعمال میں کچھ مقبول ہوتے ہیں اور کچھ مردود
سوائے مجھ پر پڑھے گئے درود کے کہ وہ مقبول ہی ہوتا ہے، مردود نہیں ہوتا"۔
ابنِ حجر کے قول کے مطابق ضعیف ہے اور سید سمہودی نے اپنی کتاب
میں اس روایت پر یوں تبصرہ کیا ہے :۔

"یہ حدیث کہ تمام اعمال میں کچھ مقبول ہوتے ہیں اور کچھ مردود سوائے
درود کے کہ وہ صرف مقبول ہی ہوتا ہے، مردود نہیں ہوتا"

ابن حجر نے کہا ضعیف ہے اور صاحب التمییز نے بھی کہا ہے کہ یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا ہوا درود ختم نہیں
ہوتا یہ ابو سلیمان دارانی کا کلام ہے اور یہ کلام اس کی کتاب الاحیاء میں غیر مرفوعاً موجود ہے
ہمارے شیخ نے فرمایا، مجھے اس کا پتہ نہیں چلا اور یہ دراصل ابو الدرداء کے اس
قول سے لیا گیا ہے کہ "جب تم اللہ تعالٰی سے اپنی کسی حاجت کا سوال کرو تو
اس کی ابتداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے کرو پس بے شک اللہ کے کرم
سے یہ بعید ہے کہ اس سے دو حاجتیں مانگی جائیں تو ایک کو پوری کر دے اور
دوسری کو رد فرما دے الخ" اس کا شیخ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ابو الخیر شمس الدین
محمد بن عبد الرحمن بن محمد سخاوی رحمہ اللہ المقاصد الحسنہ کے مصنف ہیں اور یہ بات

انہوں نے بہت سی ایسی حدیثوں پر بحث کے دوران کہی ہے جو لوگوں کی زبان پر عموماً سنی جاتی ہیں، جب تم نے یہ بات سمجھ لی تو تمہیں معلوم ہوگا کہ درود شریف کی قطعی قبولیت پر کوئی دلیل نہیں، ہاں اس کے قبول ہونے کی سب سے بڑھ کر امید ہو سکتی ہے اس اور اس جیسی باقی نیکیوں میں قبولیت کا ظن غالب ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم، الابریز کی عبارت ختم ہوئی۔

اور شیخ علامہ شہاب الدین القلیوبی شافعی نے صلوٰۃ القلیوبی کے مقدمہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کی فضیلت میں چند احادیث اور ان کے فوائد ذکر کرنے کے بعد فرمایا :۔

"یہ (درود شریف) تمام عبادات میں آسان ترین عبادت ہے اور اللہ الملک الجلیل کے زیادہ قریب ہے اور ہر ایک کی طرف سے مقبول ہر حال میں مقبول، چاہے پڑھنے والا مخلص ہو یا ریا کار، یہی قول زیادہ صحیح ہے" الخ

اور علامہ سید احمد دحلان نے اپنی کتاب تقریب الاصول فی تسہیل الوصول لمعرفۃ الرب والرسول جل جلالہ صلے اللہ علیہ وسلم میں علامہ سید عبدالرحمن بن مصطفٰے العیدروس سے نقل فرمایا کہ انہوں نے اپنی کتاب مرآۃ الشموس فی مناقب آل العیدروس میں ذکر فرمایا کہ آخری زمانہ میں عبادات ختم ہو جائیں گی اور اللہ تعالٰے کی رضامندی حاصل کرنے کا ذریعہ حضور علیہ السلام پر درود بھیجنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا، خواہ نیند میں ہو، خواہ بیداری میں اور یہ کہ تمام اعمال مقبول یا مردود ہو سکتے ہیں سوائے درود شریف کے کہ وہ عظمتِ رسول کی وجہ سے قطعاً مقبول ہے اور اس پر علماء کا اتفاق بیان کیا الخ۔ اور سید احمد دحلان نے اس عبارت سے پہلے لکھا ہے: جب آدمی کو کوئی شیخ مرشد نہ ملے تو حضور علیہ السلام کے وہ اذکار

جو آپ سے ثابت ہیں دوسرے اوراد سے افضل ہیں اور اس کو القطب الحداد

کی کتاب الورد اللطیف کافی ہے کیونکہ اس میں سوا اذکار و اوراد میں وہ حدیث نبوی

سے ثابت ہونے والے جو بڑے اذکار ہیں اسی طرح اسے تلاوت قرآن مجید اور

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا کافی ہے الخ۔

اور الدر المنثور میں ہے، امام رازی نے آیت:۔

اِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا

"جب تمہیں کسی طرح سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر جواب دو یا کم

از کم اسی کو لوٹا دو۔"

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو یہ حکم دیا ہے کہ جب ان کو کوئی سلام

کہے تو وہ اس کے مقابلہ میں بہتر جواب دیں یا اسی کو لوٹا دیں، پھر حق سبحانہ و تعالیٰ

نے ہم کو حکم دیا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

"اے ایمان والو! ان پر صلاۃ بھیجو!"

اور اللہ کی طرف سے صلاۃ کا معنی ہے رحمت پس اس کا حق تعالیٰ سے آپ کے

لئے طلب کرنا آپ پر تحیّت ہے، اب یہ امر خداوندی اس بات کو واجب کرتا ہے

کہ آپ بھی جواب میں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب فرمائیں اور یہی مطلب

ہے شفاعت کا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مردود نہیں ہو سکتی لہذا ضروری ہوا

کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت سب کے لئے قبول فرمائے اور یہی مقصود ہے الخ ملخصاً۔

اور علامہ شیخ محمد علاؤ الدین الحصکفی نے الدر المختار علی تنویر الابصار کی شرح میں فرمایا

الناجی نے کنز العفاۃ میں لکھا ہے کہ کبھی کبھی کلمہ توحید جیسی عظیم شئی بھی رد

ہو جاتی ہے حالانکہ وہ سب سے بڑا اور سب سے افضل ہے اس حدیث کی رو سے

جسے اصبہانی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اور وہ قبول ہو گیا تو اللہ تعالےٰ اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کر دے گا"

پس آپ نے امید کو قبولیت کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا: ردّ ہونے کا مطلب ہے قبول نہیں ہونا، قبول ہونے کا مطلب ہے غرض مطلوب کا شئی متعلق پر مرتّب ہو جانا، جیسے عبادت پر ثواب کا مرتّب ہونا اور کسی عبادت کو اس کی شرائط و ارکان کے ساتھ پورا کرنے سے لازم نہیں کہ وہ قبول بھی ہو جائے جیسا کہ مصنف نے واجب کی بحث میں تصریح بھی فرما دی ہے اس لئے کہ قبول ہونے کی شرط بہت مشکل ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ

"اللہ صرف پرہیزگاروں سے قبول فرماتا ہے"

یعنی قبولیت موقوف ہے سچے پکے ارادے پر، پھر مولیٰ تعالیٰ جس کو چاہے محض اپنے فضل سے ثواب عطا فرمائے نہ اس لئے کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کیونکہ بندہ جو نیک کام کرتا ہے اپنے فائدے کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے، ہاں! جہاں کہیں اللہ تعالےٰ نے کسی عبادت پر ثواب کا وعدہ فرما دیا یا کسی دکھ اٹھانے پر یہاں تک کہ کانٹا چبھنے پر جو کسی مومن کو راہِ خدا میں چبھتا ہے محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ضرور ثواب پاتا ہے کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، فرمانِ باری تعالےٰ ہے:۔

اِنِّیْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

"بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنیوالے کا عمل ضائع نہیں کرونگا۔"

اس بنا پر بعض اعمال اگر قبول نہیں ہوتے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ وہاں قبولیت کی تمام شروط نہیں پائی جاتیں مثلاً نماز میں عدم خشوع یا روزے میں اعضاء کو گناہوں سے نہ بچانا یا زکوٰۃ اور حج میں مال کا حلال نہ ہونا یا اخلاص نہ ہونا اور اسی طرح دیگر عوارض ہیں اس بنا پر درود شریف کبھی رد ہو جاتا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ پڑھنے والے میں کوئی ایسا عارض اور مانع موجود ہے لہٰذا کوئی اجر نہیں ملتا جیسا کہ گزرا، یا اس نے غافل دل کے ساتھ پڑھا تھا یا دکھلاوے کو پڑھا جیسے کلمۂ توحید جو اس سے بھی افضل ہے اگر کوئی شخص نفاق یا ریا کے ساتھ ادا کرے قبول نہیں ہوگا اور اگر ان عوارضات سے خالی ہو تو ظاہر ہے وہ قطعاً مقبول ہوگا کیونکہ سچا وعدہ اسی طرح پورا ہو سکتا ہے جیسے دوسری عبادات اور یہ سب اللہ کے فضل سے ہے لیکن بہت سے علماء کے کلام میں یہ تصریح ملتی ہے کہ درود شریف مطلقاً مقبول ہے، شرح المجمع میں مصنف فرماتے ہیں:۔

"دعا سے پہلے درود شریف پڑھنا قبولیت سے زیادہ قریب ہے اس دعا کے حق میں جو اس کے بعد ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوتا کہ کریم بعض حصے کو تو قبول کرلے اور بعض کو رد الخ۔"

ایسا ہی ابن ملک وغیرہ کی شرح میں لکھا ہے، علامہ فاسی دلائل الخیرات کی شرح (مطالع المسرات) میں فرماتے ہیں:۔

شیخ ابو اسحاق نے شرح الفیہ میں فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود قطعاً مقبول ہوتا ہے پس جب اس کے ساتھ کوئی سوال مل کر جوڑا بن جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ بھی مقبول ہو جاتا ہے اور یہی مطلب بعض سلف صالحین سے مذکور ہے ان کی اس بات پر شیخ سنوسی وغیرہ نے یہ اشکال پیش

کیا ہے کہ اس کی کوئی سند نہیں پائی گئی، وہ کہتے ہیں اگرچہ قبولیت قطعی تو نہیں تاہم ظنِ غالب اور امید قوی ہیں تو شک ہی نہیں الخ۔

دلائل الخیرات کی پہلی فصل میں فرمایا، ابو سلمان دارانی نے کہا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرنا چاہے تو اسے پہلے نبی علیہ السلام پر درود بھیجنا چاہیئے پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے اور آخر میں بھی نبی علیہ السلام پر درود شریف پڑھے پس بے شک اللہ تعالیٰ دونوں درود شریف قبول فرمائے گا اور اس کے کرم سے بعید ہے کہ جو چیز درمیان میں ہے اسے رد فرمائے اس کی شرح میں فاسی کہتے ہیں: بعض کے نزدیک ابو سلمان کا مکمل کلام یہ ہے:

"کہ ہر نیکی میں قبول و رد کا احتمال ہوتا ہے، ہاں! حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا ایک ایسی نیکی ہے جس میں قبولیت ہی قبولیت ہے رد نہیں۔"

الباجی نے ابن عباس سے روایت کی:

"جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اس میں نبی علیہ السلام پر درود شریف بھی پڑھو، کیونکہ آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے اور اللہ سبحانہٗ کے کرم سے یہ بات بعید ہے کہ بعض کو قبول فرمالے اور بعض کو رد فرمادے۔"

پھر باجی نے یہی بات شیخ ابو طالب مکیؒ اور حجۃ الاسلام امام غزالی سے بھی نقل کی ہے، العراقی نے کہا: میرے خیال میں یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ ابو الدرداء پر موقوف ہے، جو شخص مزید معلوم کرنا چاہے اسے شرح دلائل کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، اس سے جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ تو یہی ہے کہ قطعی قبولیت سے مراد یہ ہے کہ درود کبھی رد نہیں ہوتا حالانکہ کلمۂ شہادت کبھی رد بھی ہو جاتا ہے اسی لئے سنوسی وغیرہ نے یہ اشکال پیش کیا ہے اور وہ مفہوم جس پر کلامِ سلف کو محمول کرنا چاہیئے

یوں ادا ہو سکتا ہے کہ:۔

"جب درود شریف دعا ہے اور دعا کبھی مقبول ہوتی ہے کبھی مردود اور اللہ تعالےٰ کبھی تو مانگنے والے کو بعینہٖ وہ چیز عطا فرماتا ہے جس کی اس نے دعا کی ہے اور کبھی اپنی حکمت کی بنا پر دوسری چیز عطا فرما کر اس کی دعا قبول فرماتا ہے تو درود شریف اس عموم سے نکل گیا (کیونکہ اس میں صرف قبول ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

یُصَلُّوْنَ فعل مضارع ہے جس میں استمرار تجددی پایا جاتا ہے، ابتدا میں جملہ اسمیہ ہے جو مفید تاکید ہے پھر اس کی ابتدا اِنَّ سے کرنا زیادہ تاکید پیدا کر رہا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہٗ ہمیشہ اپنے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہتا ہے، پھر اللہ سبحانہٗ نے اپنے مومن بندوں کو بھی اس کا حکم دے کر ان پر بہت بڑا احسان فرمایا تاکہ اس سے ان کو زیادہ فضل و شرف حاصل ہو ورنہ حضور علیہ السلام اپنے رب سبحانہٗ کے درود کی وجہ سے باقی سب سے مستغنی ہیں (آپ کو کسی کے درود کی کوئی ضرورت نہیں) لہٰذا مومن کی درود سے متعلق اپنے رب سے دعا کرنا قطعی مقبول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود خبر دے رہا ہے کہ وہ بھی آپ پر صلاۃ بھیجتا ہے۔ بخلاف دوسری دعاؤں و عبادات کے (کہ ان میں ایسی کوئی خبر نہیں) اس آیت میں ایسی کوئی بات نہیں پائی جاتی جس سے معلوم ہو کہ مومن کو درود پر ثواب ہو گا یا نہیں بلکہ آیت کا معنی صرف یہ ہے کہ یہ طلب اور دعا مردود نہیں مقبول ہے، رہ گئی ثواب کی بات، سو وہ عدم عوارض کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، پس معلوم ہوا کہ سلف کے کلام میں کوئی اشکال نہیں (اور اس قبولیت پر قوی دلیل موجود ہے اور وہ ہے حق تعالےٰ کا خبر دینا جس میں کوئی شک نہیں، پس اس تحریرِ عظیم کو غنیمت سمجھیے جو الفتاح العلیم کے فیض کا نتیجہ ہے۔"

ہ ابن عابدین کی عبارت ختم ہوئی

ہمارے شیخ حسن العدوی نے دلائل الخیرات کی شرح میں امام سنوسی اور سیدی احمد زروق کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا:-

”حضور علیہ السلام پر درود پڑھنا دلوں کو منور کرتا ہے اور شیخ کے بغیر اللہ تعالیٰ علام الغیوب تک پہنچ جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا دلوں کو منور کرنا اس وقت ہے جب اخلاص اور محبت سے پڑھا جائے اور اس نیت سے کہ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑا وسیلہ ہیں لہذا آپ کے حقِ عظیم کو ادا کرنا فرض ہے یا بہ نیت ریا پڑھنا بھی مفید ہو سکتا ہے؟“

امام شاطبی اور سنوسی نے قطعی فیصلہ دیا ہے کہ درود پڑھنے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے چاہے ریا کی نیت کرے، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ درود شریف روزے کی طرح ہے کہ ان دونوں میں ریا کا کوئی دخل نہیں، اور یہ دونوں باقی اعمال سے مستثنیٰ ہیں، حدیثِ قدسی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابنِ آدم کا ہر عمل اس کے اپنے لئے ہوتا ہے سوائے روزے کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“

لیکن علامہ امیر نے اپنے حاشیہ بر عبد السلام میں بعض محققین سے نقل کر کے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ درود شریف میں دو پہلو ہیں ایک پہلو تو ہے حضور علیہ السلام تک اس کے پہنچنے کا، سو اس پہلو سے تو کوئی شک ہی نہیں کہ آپ کو درود شریف پہنچتا ہے، دوسرا پہلو ہے پڑھنے والے تک اس کے ثواب پہنچنے کا، اس کی کیفیت باقی اعمال کی طرح ہے کہ اس کا دار و مدار خلوصِ نیت پر ہے اور یہی بات حق ہے کیونکہ تمام عبادات میں اخلاص مطلوب ہے اور عدمِ اخلاص کی ہر عبادت میں مذمت کی گئی ہے الخ۔

سیدی ابوالعباس التیجانی نے کتاب جواہر المعانی میں فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بڑھ کر سودمند وسیلہ اور عوام کے حق میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کی سب سے بڑی امید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کے سوا اور کچھ نہیں، اگرچہ علماء نے اس کی قطعی قبولیت میں اختلاف کیا ہے، کچھ کہتے ہیں اس کی قبولیت قطعی ہے اور کچھ کہتے ہیں باقی اعمال کی طرح اس کی قبولیت بھی قطعی نہیں اور ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ درود شریف قطعاً مقبول ہے اور اس سلسلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے جو تم پر درود بھیجے میں اس پر درود بھیجوں گا اور جو تم پر سلام بھیجے، میں اس پر سلام بھیجوں گا اور یہ سچا وعدہ ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور اللہ سبحانہٗ بندے کی حیثیت نہیں دیکھتا بلکہ اس زبردست عنایت کو دیکھتا ہے جو اس کو اپنے نبی سے ہے اور اس بات کو دیکھتا ہے کہ جو اس کے نبی پر درود بھیجے وہ اس کی جزا دینے پر قائم ہے، وہ بندے کے بھیجے ہوئے درود کو یونہی جانے نہیں دیتا اور یہی مطلب ہے قبولیت کا الخ۔

اور یہ جو فرمایا کہ ہم کہتے ہیں درود شریف قطعاً مقبول ہے اس سے مراد یہ ہے کہ عیب وہ غرور و ریا سے محفوظ ہو، اس کی دلیل جواہر المعانی کے آخر میں مصنف کے قول "الٰہی! حضور علیہ السلام پر ہمارا درود قبول فرما، رد نہ فرمانا" کی شرح میں سید ابوالعباس کا یہ فرمانا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ درود بھیجنے والا یہ دعا مانگ رہا ہے کہ حضور علیہ السلام پر اس کا درود مقبول ہو، مردود نہ ہو اور مقبول وہ ہوتا ہے جس میں امر شرع سے ظاہری و باطنی مطابقت ہو، چاہے درود بھیجنے والے کی نیت ثواب کی ہو اور جس درود میں پڑھنے والا کسی امر مطلوب میں کوتاہی کرے وہ مردود ہے اور شریعت کی طرف سے یہ علت مطلوبہ صرف درود کے لئے ہے باقی اعمال میں نہیں، ہاں! فرض نماز

کی شرط یہ ہے کہ امر شرع کے مطابق ہو کیونکہ اگر نماز میں فساد آگیا تو تمام اعمال فاسد ہو جائیں گے جن میں درود شریف بھی شامل ہے اور حضور علیہ السلام پر انسان کے درود شریف سے مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ تعالےٰ کا حکم بجالائے، اللہ کی تعظیم کرے اور اس کے رسول کی تعظیم کرے اور درود غرور ریاء سے محفوظ ہو، پانی کے استعمال پر قادر ہونے کی صورت میں جنابت اور نجاست کی آلودگی سے پاک ہو۔ اب ان شرائط کے ساتھ درود شریف صحیح ہے چاہے ثواب کا ارادہ بھی ہو۔ ہاں! اگر کوئی شخص درود شریف محض اللہ کی تعظیم، رسول اللہ کی عظمت اور آپ کی محبت و شوق سے پڑھے اور ثواب کا خیال ہی نہ کرے تو وہ سب سے کامل اور اعلےٰ ہے اور اس میں دلیل ہے کہ جس درود میں کوئی علتِ مذکورہ پائی جائے وہ مقبول نہیں الخ

بارھواں مسئلہ

جنّت درود شریف پڑھنے سے بڑھتی ہے

کتاب الابریز کے گیارھویں باب میں

کہا اور میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے سنا۔

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہی ان فرشتوں کا ذکر ہے جو جنت کے اردگرد رہتے ہیں اور حضور علیہ السلام پر درود پڑھنے کی ایک برکت یہ ہے کہ جب بھی فرشتے یہ ذکر کرتے ہیں جنّت کی وسعت بڑھتی جاتی ہے بس نہ تو وہ آپ کے ذکر سے جدا ہوتے ہیں اور نہ جنت بڑھنے سے رکتی ہے پس وہ اپنے پیچھے جنت کو کھینچتے چلے جاتے ہیں اور جنت بڑھنے سے رکتی نہیں یہاں تک کہ ملائکہ مذکورین تسبیح کی طرف منتقل ہو جائیں اور وہ تسبیح کی طرف منتقل نہ ہوں گے یہاں تک کہ حق سبحانہ وتعالیٰ جنت میں اہلِ جنّت کے لئے تجلّی ظاہر فرمائے

پس جب ان کے لئے تجلیٰ ظاہر فرمائے گا اور وہ فرشتے اس کو دیکھ لیں گے جن کا ذکر ہوا تو وہ تسبیح میں لگ جائیں گے، پھر جب وہ تسبیح میں مشغول ہو جائیں گے جنت ٹھہر جائے گی اور اہلِ جنت کے مراتب و منازل مقرر ہو جائیں گے، اور اگر وہ پیدا ہوتے ہی تسبیح میں مصروف ہو جاتے تو جنت ذرا بھی نہ بڑھتی پس یہ سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی برکت سے ہوا اور میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تسبیح اور دوسرے اذکار کی بجائے جنت درود شریف سے کیوں بڑھنے لگی تو آپ نے فرمایا، اس لئے کہ جنت دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنی ہے پس اس کو حضور سے ایسے ہی محبت ہے جیسے بچے کو باپ سے ہوتی ہے اور جب وہ آپ کا ذکر سنتی ہے تو اس میں حسنی آجاتی ہے اور وہ اڑ کر آپ کے پاس آنا چاہتی ہے کیونکہ آپ سے اس کو سیرابی حاصل ہوتی ہے، پھر آپ نے چوپائے کی مثال دی جسے اپنی غذا، چارہ اور جَو کا اشتیاق ہو اور وہ سخت بھوکا ہو پھر اس کے پاس جَو لائے جائیں، جب وہ ان کو سونگھے گا تو قریب ہوگا، جب اس سے دور کیا جائے تو وہ بھی پیچھے پیچھے چلتا جائے گا یہاں تک کہ ہم اس کو پکڑ لیں گے۔ یہی حال ان فرشتوں کا ہے جو جنت کے ارد گرد اور اس کے دروازوں پر حضور علیہ السلام کے ذکر اور درود میں مشغول ہوتے ہیں پس جنت کو اس کا شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ ان کی طرف چل پڑتی ہے اور چونکہ وہ اس کی چاروں طرف ہوتے ہیں لہٰذا جنت بھی چاروں طرف سے بڑھتی ہے، شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ اس کے روکنے کا ارادہ نہ فرماتا تو وہ حضور علیہ السلام کی ظاہری زندگی ہی میں دنیا میں ظاہر ہو جاتی اور جہاں آپ تشریف لے جاتے، وہ بھی آپ کے ساتھ جاتی اور جہاں آپ رہتے وہ بھی رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ کے ساتھ نکل آنے سے روک دیا ہے تاکہ لوگوں کا آپ پر ایمان بالغیب رہے، شیخ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب حضور علیہ السلام اپنی امت کے ہمراہ داخلِ جنت ہوں گے تو جنت خوش ہو جائے گی اور اس کی فرحت و سرور کی کوئی حد نہ ہوگی پھر جب باقی انبیائے کرام اپنی امتوں کے ہمراہ جنت میں داخل ہوں گے تو وہ سکڑنے اور تنگ ہونے لگے گی، وہ اس سلسلہ میں اس سے بات کریں گے تو وہ کہے گی نہ میں تم سے، نہ تم مجھ سے۔ یہاں تک کہ وہ انبیائے کرام حضور سے مدد مانگیں گے اور آپ کے ذریعے یہ جھگڑا ختم ہوگا۔ ابریز کا کلام بلفظی تقدیم و تاخیر کے ساتھ ختم ہوا۔

تیرہواں مسئلہ

کیا درود شریف پڑھنے والے کو اس تعداد کے مطابق ثواب ملے گا جس کے مطابق وہ درود شریف پڑھتا ہے؟

کتاب بغیۃ المسترشدین میں فرمایا:۔

جب کوئی شخص یوں کہے کہ النبی الحمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک ہزار مرتبہ درود بھیج اور یا ایک ہزار مرتبہ سبحان اللہ یا مخلوق کی گنتی کے برابر، تو حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اتنی گنتی کے برابر اس کو ثواب مل جاتا ہے جیسا کہ ابن حجر نے اس کی تصریح کی ہے اور محمد الرملی نے اس میں تردد کیا ہے حالانکہ اس کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں جس میں ارشاد ہے کہ:۔

"تجھے اتنا اجر ملے گا جتنا تیرا حصہ ہے"

بلکہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے فضلِ وسیع اور جودِ عظیم کے اضافہ سے ہے الخ

شیخ سلیمان جمل نے اپنے حاشیہ علی المنہج میں کہا ہے کہ:۔

بعض مشائخ نے القاکہانی کے اس قول کے بارے میں جو اس نے شرح القطر میں لکھا ہے کہ "اللہ کی رحمتیں زمین سے اگنے والے دانوں اور بارش

کے قطروں کے برابر'' یہ سوال کیا ہے کہ کیا اتنا کہہ لینے سے زمین سے اگنے والے دانوں اور بارش کے قطروں کے برابر درود لکھ دیا جائے گا؟ میں کہتا ہوں ابنِ بشکوال نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"جو شخص مجھ پر دن میں پچاس مرتبہ درود بھیجے، میں قیامت کے دن اس سے مصافحہ کروں گا۔"

ابو الفرج عبدوس نے ابو المظفر سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ میں نے ابنِ بشکوال سے پوچھا، اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ تو انہوں نے کہا اس طرح کہے ا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَمْسِیْنَ مَرَّةً

"الٰہی! محمد صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم پر پچاس مرتبہ درود بھیج۔"

توانشاء اللّٰہ! یہ پچاس مرتبہ کے لئے کافی ہوگا اور اگر اس کا تکرار کرے تو بہت بہتر ہے الخ۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی ایک زوجۂ مطہرہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ وہ تسبیح پڑھ رہی ہیں اور کنکریوں پر شمار کر رہی ہیں۔ فرمایا! میں ایک کلمہ بتاتا ہوں جو تمہارے پڑھے ہوئے تمام وظیفہ کے برابر ہے:۔

سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ الحدیث

یہ نص ہے اس بات پر کہ جس شخص نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّةٍ یا عَدَدَ خَلْقِکَ کے الفاظ کہے تو اس کے عوض ایک ہزار درود یا مخلوق کی گنتی کے برابر درود کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا الخ

شیخ جمل کا کلام ختم ہوا۔

چودہواں مسئلہ

فرضی یا نفلی صدقہ افضل ہے یا آپ پر درود پڑھنا؟

ابو عبد اللہ الرصاع نے تحفۃ الاخیار میں کہا کہ مجھے اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں ملی، ہاں! ایک اثر ملتا ہے جسے بعض علماء نے ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند نہیں بتائی کہ:

"حضور علیہ السلام پر درود شریف بھیجنا فرضی و نفلی صدقہ سے افضل ہے"۔

اور دمشق کی جامع مسجد میں بعض علماء سے یہ سوال کیا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا صدقہ فرض سے افضل ہے یا صدقۂ فرض درود سے افضل ہے تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا صدقۂ فرض سے افضل ہے۔ سائل نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ پر درود پڑھنا اس صدقۂ فرضی سے افضل ہو جائے جو مال میں واجب ہوتا ہے؟ اس پر شیخ نے فرمایا ہاں! ایک فرض وہ ہے جس کا اللہ نے ذکر فرمایا اور خود اس پر عمل بھی کیا اور اس کے فرشتے بھی اس کو بجا لاتے ہیں اور دوسرا فرض وہ ہے جو اس نے اپنے بندے پر لازم کر دیا ہے اب یہ دوسرا فرض پہلے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے؟ حافظ سخاوی نے یہ قول اپنی کتاب القول البدیع میں بھی نقل کیا ہے اور اس کی توثیق کی ہے۔

پندرہواں مسئلہ

قرآن مجید پڑھنا افضل ہے یا حضور پر درود پڑھنا؟

علامہ جزری نے اپنی کتاب مفتاح الحسن کے آخر میں کہا کہ مجھ سے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں یہ سوال کیا گیا کہ قرآن کریم اور درود

شریف پڑھنے میں افضل کیا ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان مقامات میں درود پڑھنا جہاں حکم آیا ہے تلاوت سے افضل ہے اور کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، رہے دوسرے مقامات، تو ان میں تلاوتِ قرآن افضل ہے اور درود شریف و تلاوتِ قرآن پاک میں کثرت کرنی چاہئیے ان میں کوتاہی کوئی محروم ہی کرے گا۔ الخ۔

ابنِ حجر نے شرح العباب میں کہا:۔

تلاوتِ قرآن بالعموم افضل ذکر ہے جو کسی وقت یا مقام سے مخصوص نہیں لیکن اس عمومی فضیلت سے جو چیز شرعی دلیل سے خاص ہو خواہ وہ دلیل بظاہر ضعیف ہو افضل ہوگی کیونکہ یہ شارع کا فیصلہ ہے الخ۔

الیضاح المناسک کے حاشیہ کے چھٹے باب میں امام النووی کے اس قول پر کہ:۔

"تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب آدمی حضور علیہ السلام کی زیارت کی نیت سے چل پڑے تو راستے میں آپ پر کثرت سے درود و سلام بھیجے، جب مدینہ منورہ کے درختوں اس کے حرم اور وہاں کی معروف چیزوں پر نگاہ پڑے تو حضور علیہ السلام پر کثرت سے درود و سلام بھیجے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اسے آپ کی زیارت سے نفع ہو اور اس کو قبول فرمائیے۔"

فرمایا، یہ جو مصنف نے کہا کہ حضور علیہ السلام پر کثرت سے درود و سلام بھیجے، سوال یہ ہے کہ آیا بکثرت درود و سلام افضل ہے یا تلاوتِ قرآن؟ یونہی جمعرات یا اس جیسے دوسرے مواقع (جیسے جمعہ، پیر) پر کثرت سے درود و سلام کی جو ترغیب آئی ہے تو کیا ان میں درود و سلام پڑھنا افضل ہے یا سب مواقع یکساں ہیں؟ احتمال تو سب کے ہیں، جمعہ کے بارے میں علماء کا میلان آخری شق کی طرف ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آپ پر ان

مخصوص اوقات و مقامات پر درود شریف پڑھنا نسبتاً افضل ہے کہ یہی بات مطلوب و مقصود ہے، علماء نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن کریم پڑھنا عام ذکر و اذکار سے افضل ہے تا ہے خاص سے نہیں اور درود شریف خاص ہے عام ذکر نہیں۔ حاشیہ ایضاح کی عبارت ختم ہوئی۔

امام غزالی نے فرمایا: تلاوتِ قرآن ساری مخلوق کے لئے افضل ہے سوائے اس شخص کے کہ جو اللہ تعالٰی کی طرف جانے والا ہے کہ اس کا ہمیشہ ذکر کرتے رہنا بہتر ہے الخ۔

ذخیرۃ المعاد میں ہے بعض عارفین نے فرمایا: ذکر کا حال ذاکر کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے پس جہاں قرآن کریم سے سچی محبت پائی گئی وہاں تلاوتِ قرآن افضل ہے اور جہاں دلی لگاؤ کسی اور ذکر سے ہو گیا وہاں وہ افضل ہے۔ فرمایا کہ یہ درمیانہ اور عادلانہ مسلک ہے کیونکہ بلاشبہ جب نفس تکبر و رعونت کی میل کچیل سے پاک ہو گیا، اغیار اور شہوات کی کدورتوں سے صاف ہو گیا اور اس کی نگاہوں سے ان کثافتوں کے پردے چاک ہو گئے جو نورِ بصیرت کو حقائق تک پہنچنے سے روکتے ہیں تو نگاہیں اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے ان کھرے اور پوشیدہ حقائق تک پہنچ جاتی ہیں جو قابلِ انکشاف ہوں، ایسا پاکیزہ نفس انسان جس وقت اور جس قسم کا ذکر کرے خواہ وہ حضور علیہ السلام پر درود و سلام ہو، تلاوت قرآن ہو یا عام ذکر، سب مشرف بہ قبولیت ہوتا ہے کیونکہ ایسا انسان ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جن کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:۔

"جو لوگ ہماری ذات و صفات کی معرفت میں جدوجہد کرتے ہیں
ہم ضرور ان کو ان راہوں پر چلائیں گے جو ہماری طرف آتی ہیں"

پس اس کو حضورِ قرب میں کھلے دروازوں سے داخل ہو جانا چاہئے جیسے کہ

عنایتِ الٰہی اپنی تمام صفات کی طرف پکار پکار کر دعوتِ نظارہ دے رہی ہے پس انسان کو اپنا تمام وقت اسی مطلوب و مقصود کے حصول پر صرف کرنا چاہیئے، سو اس کے حق میں بہتر یہ ہے کہ اپنی تمام تر توجہ حضورِ قلب کے ساتھ تلاوتِ قرآن پر مرکوز رکھنی چاہیئے کہ قرآن ہی اپنے نازل کرنے والے کی تمام صفات کو بیان کرتا ہے، حقوقِ قرآن کی رعایت کرے، تلاوتِ قرآن کے حقوق پورے کرے اس کی عزت و حرمت کی حفاظت کرے جس کا اس کو حکم ہے۔

رہا حضور علیہ السلام پر درود بھیجنا، سو یہ طالبین کے لئے کامیاب ترین وسیلہ اور بزرگانِ سلف کے درجاتِ عالیہ تک پہنچانے والا مفید ترین ذریعہ ہے لہٰذا جہاں تک ہو سکے جو کامل حضورِ قلب، مکمل توجہ اور آپ کی بارگاہِ عالیہ کے شایانِ شان ادب و احترام کے ساتھ اس میں مصروف و مشغول رہنے کو غنیمت سمجھے، اور یہ جو کہا کہ بعض مخصوص اوقات میں خاص اذکار میں مشغول ہونا تلاوتِ قرآن سے افضل ہے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کریم بذاتِ خود تمام اذکار سے افضل ہے چنانچہ معتبر و مشہور احادیث اس پر شاہد ناطق ہیں، کیونکہ آپ کی پیروی کا اجر و ثواب ذکر میں مشغول ہونے سے بڑھ کر ہے جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ تمام اذکار کو دراصل اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مخلوق کی اندرونی پیچیدہ و پوشیدہ بیماریوں کا علاج بنایا ہے جو غیر اللہ کی طرف مسلسل منہمک رہنے سے قلب میں پیدا ہو جاتی ہیں، اور طبیب دوا کا موقع محل اور طریقِ علاج خوب جانتا ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری کو کیونکر جڑوں سے نکالا جا سکتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم طبیبِ اعظم اور حکیم اکرم ہیں، لہٰذا آپ کی اتباع ہی بزرگ تر اور لائق تر ہے اور کوتاہ نظر لوگ خدا کے ہاں آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اپنے ظنِ فاسد اور خیالِ غیر محفوظ سے لگانا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ جس ذاتِ بابرکات کے تمام احوال، علوم و ظنون و خیالات، کو اللہ تعالیٰ نے ہر غلطی سے محفوظ و معصوم

رکھا ہے اور جن کی ہر نقل و حرکت کی خود نگہبانی و سرپرستی فرمائی ہے ان کے اور ان لوگوں کے درمیان جن کو قدرت نے تیر خطا و نسیان کا نشانہ بنایا اور طرح طرح کے شبہات سے امتحان و آزمائش میں ڈالا، عظیم الشان فرق ہے، پس جب آدمی کا ایمان ہے کہ آپ امام العارفین ہیں اور اسکی سچی معرفت رکھتا ہے جو ہر زمانہ میں ہر انسان کو نیک بناتی ہے اور جو مطلوب و مقصود ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے ظاہری، باطنی، دنیوی و اخروی انعام واکرام کی اس پر بارش ہوتی ہے اس نے آپ کے فہم، نطق و ن، علوم اور مکشوفات کی تصریح کی ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جو شخص آپ کے طریق تعلیم، سبیل اعمال، طرز ذکر و اذکار، طریقہ دعوت و تبلیغ اور اسلامی شریعت سے روگردانی کرے وہ محروم، بدبخت، گمراہ، گمراہ کن، اتباع رسول کا تارک اور بدعتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کی پیروی کی توفیق دے اور ہم کو آپ کا کامل تابعدار بنائے الخ۔

شیخ ابو العباس التیجانی کا یہ قول ان کے شاگرد علی حرازم نے جواہر المعانی میں نقل کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"جو تم پر درود بھیجے، میں اس پر درود بھیجتا ہوں۔"

اور جو حضور علیہ السلام پر درود بھیجے اس کا حق ہے کہ رب تعالیٰ اسے جہنم کا عذاب نہ دے، اس حیثیت سے فاسق و فاجر آدمی کے لئے تلاوتِ قرآن سے حضور علیہ السلام پر درود بھیجنا افضل ہے کیونکہ درود شریف کی شفاعت سے اس پر رضائے الٰہی کا فیضان ہوگا اور اس سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے اور اس کی برکت سے وہ آخرت میں نیک بخت لوگوں کے زمرہ میں داخل ہوگا، اور قرآن سے ایسا نہیں ہوگا کیونکہ گو قرآن بارگاہِ الٰہیہ میں وسیلہ قرب ہے تاہم اس بارگاہ میں آنے والے پر لازم ہے کہ اس سے ذرہ بھر سوء ادبی نہ ہو، اگر کسی سے ذرہ بھی سوء ادبی ہوگئی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت، دھتکار اور غضب کا مستحق ٹھہرے گا اس لئے کہ اہلِ قرآن

اہل اللہ ہیں لہذا دوسروں کی بہ نسبت ان سے ذرہ بھر کوتاہی پر بھی دوسروں سے زیادہ مواخذہ ہوگا، ہاں! جس پر اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل وکرم سے مہربانی فرما دے اور وہ بچ جائے تو یہ دوسری بات ہے، اب تمہیں معلوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنا فاسق کے حق میں تلاوت قرآن سے بڑھ کر سود مند ہے کیونکہ قرآن مرتبہ نبوت ہے جو طہارت، صفائی، پسندیدہ آداب کو مکمل بجالانے اور اخلاقِ روحانی سے متصف ہونے کا مقتضی ہے اسی لئے عام لوگ اس کی تلاوت سے بجائے فائدے کے نقصان اٹھاتے ہیں کہ وہ اس کے آداب بلحوظ رکھنے سے قاصر رہتے ہیں، رہا حضور علیہ السلام پر درود پڑھنا، تو اس میں صرف یہ قید ہے کہ درود وسلام کا لفظ تعظیم کے ساتھ، شایان شان طور پر، ظاہری طہارت مثلاً کپڑے، جسم اور جگہ کی صفائی کے ساتھ، ان الفاظ کے ساتھ ہو جن کی شرع میں اجازت ہے اور بغیر لحن (غلطی) کے ہو، تو اللہ رب العزت اس بات کا ضامن ہے کہ اس پر رحمت نازل فرمائے اور جس پر ایک بار بھی اللہ کی رحمت ہوگئی، اس کو عذاب نہیں ہوگا۔ الخ

فائدہ الشہاب الرملی سے پوچھا گیا، استغفار افضل ہے یا درود شریف میں مشغول ہونا؟ یا یہ فرق ہے کہ جس کی طاعت غالب ہو اس کے لئے درود افضل ہو اور جس کے گناہ زیادہ ہوں اس کے لئے استغفار؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام میں مشغول رہنا استغفار میں مشغول ہونے سے مطلقاً افضل ہے۔ انتہی من فتاواہ۔

درود و سلام کے موضوع پر علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی

کی شہرہ آفاق کتاب

سعادۃ الدارین

فی

الصلوٰۃ علیٰ سید الکونین اردو

حصہ اوّل

مصنفہ

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی قدس سرہٗ العزیز

مترجم

علامہ مفتی عبد القیوم خان صاحب

شیخ الحدیث مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ملنے کا پتہ

مکتبہ حامدیہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

مناجات

بحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سید حضرات سخی میر غلام شاہ صاحب الملقب سید میر جی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم

ز دستِ من خطا آمد عطا کن یا رسول اللہ
ز بیماریِ عصیانم شفا کن یا رسول اللہ

خطا کردم خطا کردم جوانی را تبہ کردم
ز تابِ آتشِ دوزخ رہا کن یا رسول اللہ

ز شرِ نفسِ امّارہ برائے حق بکن چارہ
قساوت ہائے کلّی را صفا کن یا رسول اللہ

چو از خویشاں جفا دیدم ہمہ مکر و دغا دیدم
بہ پیشت حبیب بدیدم وفا کن یا رسول اللہ

شکستم خاطر از دوری ز حد بگزشت رنجوری
ازاں لعلِ لبِ نوشیں دوا کن یا رسول اللہ

چوں روزِ حشر بر دارم بہ نزدِ حق مرا خوانند
دراں ساعت بایں عاصی ندا کن یا رسول اللہ

برائے دیدنِ روئت شفیع آوردہ ام سوئت
جنابِ چار یارت را ہدا کن یا رسول اللہ

برائے اہلِ بیتِ خود مکن از در مرا تو رد
خطائے من ز لطفِ خود عفا کن یا رسول اللہ

جنتی سیاہ رو میر جی بر در ستادہ حالش بنگر
بپاسِ شاہِ جیلانی روا کن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم